جلد ۱۴ فتح ۱۳۵۱ ہش شمارہ ۱۲
دسمبر ۱۹۷۲ء

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان و بھارت آٹھ روپے
دیگر ممالک ایک پونڈ

فی پرچہ بہتر پیسے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

فتح ۱۳۵۱ ہش

ذی قعدہ ۱۳۹۲ ہجری دسمبر ۱۹۷۲ء

ایڈیٹر

مسعود احمد دہلوی

قیمت سالانہ
آٹھ روپے

فی پرچہ
پچھتر پیسے

فہرست مضامین

پبلشر .... چوہدری محمد ابراہیم

مطبع .... ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقامِ اشاعت .... دفتر ماہنامہ انصار اللہ

دار الصدر جنوبی ربوہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جلد ۱۳ ماہنامہ انصار اللہ ربوہ شمارہ ۱۲

فتح ۱۳۵۱ ہش

رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰہِ

ذکر الٰہی سے معمور فضا میں منعقد ہونیوالا انصار اللہ کا سترھواں سالانہ اجتماع

اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں بعض ایسے عالی شان مکانوں اور ان میں بسیرا کرنے والے ذی شان مکینوں کا ذکر کیا ہے جن کے متعلق اس نے یہ بشارت دی ہے کہ ان کی شان بلند سے بلند تر ہوتی چلی جائے گی اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ یہ مکان خدائی نور سے معمور ہیں اور خود ان میں رہنے والوں کے قلوب و اذہان بھی اُس نور سے اِس درجہ منوّر ہیں کہ کوئی دنیوی مصروفیت انہیں ہردم اور ہر آن ذکرِ الٰہی میں مصروف رہنے سے باز نہیں رکھ سکتی۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ ان عالی شان مکانوں اور ان میں رہنے والے ذی شان مکینوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ یُسَبِّحُ
لَہٗ فِیْھَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ۔ رِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّ
لَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ یَخَافُوْنَ
یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْہِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ لِیَجْزِیَھُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ

مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (النور آیت ۳۸، ۳۹)

اللہ کے نور کے یہ دیئے ایسے گھروں میں ہیں جن کی شان کے اونچا کئے جانے کا اللہ نے حکم دے دیا ہے۔ ان گھروں میں دن کے وقتوں میں بھی اور شام کے وقتوں میں بھی اس کی تسبیح کی جاتی ہے۔ (یہ ذکر کرنے والے) کچھ ایسے لوگ ہیں جن کو اللہ کے ذکر سے اور نماز کے قائم کرنے سے اور زکوٰۃ کے دینے سے نہ تجارت اور نہ سودا بیچنا غافل کرتا ہے۔ وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل الٹ جائیں گے اور آنکھیں پلٹ جائیں گی۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ ان کو ان کے اعمال کی بہتر سے بہتر جزا دے گا۔ اور اللہ جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔

اس میں کیا شک ہے کہ ایسے عالی شان مکانوں میں سے ایک مکان ذی شان انصار اللہ کا سترھواں سالانہ اجتماع بھی تھا جو امسال بھی حسب روایاتِ سابقہ دعاؤں، ذکرِ الٰہی اور انابت الی اللہ کے روح پرور ماحول میں ۱۷-۱۸-۱۹ ارنبوت ۱۳۵۱ ہش مطابق ۱۷-۱۸-۱۹ نومبر ۱۹۷۲ء کو ربوہ کی مقدس سرزمین پر منعقد ہوا اور اس شان سے منعقد ہوا کہ دن اور رات جاری رہنے والے ذکر الٰہی کی کثرت کی وجہ سے اجتماع اور اس کا پورا ماحول خدائی نور سے معمور ہوئے بغیر نہ رہا۔ یہ ان ہزاروں ہزار خوش نصیب انصار کا اجتماع تھا جنہیں اللہ کے ذکر اور نماز قائم کرنے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنے سے نہ تجارت اور نہ سودا بیچنا یعنی کوئی دنیوی مشغلہ بھی غافل نہیں کرتا اور نہ کبھی وہ ان نیک اعمال کو بجالانے سے غافل ہو سکتے ہیں کیونکہ ان نیک اعمال کی بجا آوری ان کی فطرت کا حصہ اور ان کی روح کی غذا بن چکی ہے۔

یوں تو یہ مقدس و بابرکت اجتماع ہر سال ہی دعاؤں اور ذکر الٰہی کے روح پرور ماحول میں منعقد ہوتا ہے لیکن اس سال تو اجتماع سے قبل سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خاص طور پر اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۷ ماہ نبوت ۱۳۵۱ ہش میں اجتماع میں شرکت کرنے والے خوش نصیب احباب کو قرآنی ہدایت کے بموجب اجتماع کے بابرکت ایام میں بکثرت تسبیح و تحمید کرنے نیز درود و استغفار اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ کا ورد کرنے کی طرف توجہ دلائی تھی اور فرمایا تھا کہ وہ سب اوراد جن کی جماعت میں تحریک کی گئی تھی ان ایام میں بڑی کثرت سے کرنے چاہئیں تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کے اندرونی اور بیرونی حملوں کے شر سے محفوظ رکھتے ہوئے مقبول قربانیوں کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اپنی رحمتوں اور فضلوں کا وارث بنائے۔ اس لئے علی الخصوص امسال

اجتماع میں پہلے سے بڑھ کر تہجد کے ساتھ احباب نے اس کثرت کے ساتھ اپنے اوقات کو ذکرِ الٰہی میں گزارا کہ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ يُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ کے مطابق اللہ تعالیٰ کے نور سے معمور اس مکانِ عالی شان یعنی اجتماع انصار اللہ کی بلند و بالا شان اور بھی زیادہ دو بالا ہوئے بغیر نہ رہی اور اس میں شرکت کی سعادت سے بہرہ ور ہونے والے حاضرینِ ذی شان کا رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ کا مصداق ہونا اور زیادہ شان کے ساتھ ظاہر اور اجاگر ہوئے بغیر نہ رہا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

روحانی کیف و سرور سے معمور فضا میں منعقد ہونے والے اس اجتماع کے آٹھ اجلاسوں میں سے علی الخصوص افتتاحی اور اختتامی ہر دو اجلاسوں میں ہزاروں خوش نصیب احباب نے مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ۔ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ۔ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ کے مطابق آسمانوں اور زمین کو منور کرنے والے الٰہی نور کی درخشانی و تابانی کو خلافت کے آسمانی رفلیکٹر کی مدد سے اپنے اوپر اس طرح ضوفگن ہوتے دیکھا کہ ان کا ہر ہر ذرہ وجود اس سے مستفیض و مستنیر ہو کر چمک اٹھا اور وہ ایک ناقابلِ بیان طمانیت اور سرخوشی سے معمور ہو کر فرطِ مسرت سے جھوم اٹھے۔

۱۷ ماہ نبوت کو ۲½ بجے سہ پہر اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے خلیفۂ برحق قدرتِ ثانیہ کے تیسرے مظہر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک پُرسوز اجتماعی دعا سے اجتماع کا افتتاح فرمانے کے بعد حاضرین کو ایک نہایت پُرمعارف اور بصیرت افروز خطاب سے نوازا جس میں حضور ایدہ اللہ نے كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کی نہایت لطیف تفسیر بیان کرتے ہوئے اس حقیقت کو بڑے ہی مسحور کن انداز میں واضح فرمایا کہ ایک مسلمان کی زندگی کی سرحدیں اس کی اپنی زندگی پر ہی ختم نہیں ہو جاتیں بلکہ وہ پھیلتے پھیلتے تمام بنی نوعِ انسان اور کُل عالَم پر محیط ہو جاتی ہیں۔ اس طرح اس کی کوشش اور جدوجہد اس کی قربانیوں اور ایثار کے مظاہر دل سے وہ خود اور اس کے بیوی بچے، اس کا خاندان، اس کی قوم اور اس کا ملک ہی مستفیض نہیں ہوتا بلکہ اس کی فیض رسانی کا سلسلہ تمام بنی نوع انسان اور کُل عالَم کی آخری سرحدوں تک ممتد ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس کی حیثیت ایک ایسے خادم کی ہوتی ہے جس کی خدمت کا فیض بیک وقت تمام بنی نوع انسان اور کُل عالَم کو پہنچ رہا ہوتا ہے۔ کوئی قوم اور کوئی ملک اور دنیا کا کوئی علاقہ ایسا نہیں ہوتا جسے وہ فیض نہیں پہنچا رہا ہوتا۔ اس کی اپنی زندگی اور اس کی اپنی جدوجہد اور کوشش ایک لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو بیکراں ہوتی ہے اور اسی اعتبار سے اس کی فیض رسانی کا سلسلہ بھی بیکراں ہوتا ہے۔

اسی تسلسل میں حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ ایک احمدی مسلمان کو اس حقیقت کا عرفان حاصل کرنا چاہیئے کہ وہ محض اس لیئے پیدا نہیں کیا گیا کہ وہ اپنے نفس کی، اپنے بیوی بچوں اور دوستوں کی، اپنے قبیلے اور اپنی قوم کی جسمانی اور روحانی ضرورتوں کو پورا کرے بلکہ اُخرِجَتْ لِلنَّاسِ کی رو سے تمام بنی نوع انسان اور کل عالم کا خادم بنایا گیا ہے۔ آج دنیا کی بڑی بڑی ترقی یافتہ قومیں (جنہوں نے اخلاقی قیود سے آزاد ہو کر تسخیرِ کائنات کی قوتوں کو اس رنگ میں استعمال کیا ہے کہ پوری کی پوری انسانیت دکھوں اور مصائب کا شکار ہو کر رہ گئی ہے) روحانی طور پر مفلوج ہو چکی ہیں ان کی جسمانی اور ذہنی نشوونما تو ہوئی ہے یا ان میں سے بعض ایک حد تک اخلاقی نشوونما سے تو بہرہ مند ہوئی ہیں۔ لیکن روحانی نشوونما کی انہیں ہوا تک نہیں لگی۔ بہیں ان اخلاقی اور روحانی طور پر مفلوج یا نیم مفلوج اقوام کی سرحدوں تک بھی پہنچنا ہے اور اس لئے پہنچنا ہے کہ ان اقوام اور ان کے افراد کو آج ہماری خدمت گزاری، ہماری قربانیوں اور ہماری دعاؤں کی ضرورت ہے۔ جب تک احمدی ہونے کی حیثیت میں ہمارے اندر یہ ذہنیت پیدا نہ ہوگی اُس وقت تک بعثتِ مہدی معہود علیہ السلام کی اصل غرض پوری نہ ہوگی اور وہ غرض جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے یہ ہے کہ روئے زمین کے تمام انسانوں کو دینِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں داخل کر کے اُمّۃً واحدۃً کی شکل میں ڈھال دیا جائے۔ یہ غرض تکمیلِ اشاعتِ ہدایت کے بغیر پوری نہیں ہو سکتی اور اشاعتِ ہدایت کی تکمیل اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ اُخرِجَتْ لِلنَّاسِ کی رُو سے اس حقیقت کی پوری معرفت ہمیں حاصل نہیں ہو جاتی کہ ہمیں تمام بنی نوع انسان کی جسمانی، ذہنی، اخلاقی، اور روحانی نشوونما کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور ہمیں ہر قوم اور ہر رنگ و نسل کے لوگوں کا خادم بنایا گیا ہے۔ جس وقت ہمارے ذریعہ تکمیلِ اشاعتِ ہدایت کی خدائی بشارتیں پوری ہونگی تو اُس وقت ہمارے ذریعہ سے ہر دل میں توحید کی عظمت کا جھنڈا اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے محبت و پیار کا جھنڈا گاڑ دیا جائے گا۔ اس وقت ہر انسان ایک دوسرے کا خادم ہوگا۔ حضور کا یہ پُر معارف اور بصیرت افروز خطاب پون گھنٹہ تک جاری رہا جس کے دوران حضور نے نوعِ انسان میں اللہ تعالےٰ کی ودیعت کردہ طاقتوں اور استعدادوں ان کے صحیح اور برمحل استعمال نیز اُخرِجَتْ لِلنَّاسِ کے رفیع الشان مقام کی ماہیت اور اس کے عملی تقاضوں پر نہایت ہی روح پرور اور مسحور کن انداز میں روشنی ڈالی

۱۹ ماہ نبوت کو حضور ایدہ اللہ نے اجتماع کے آخری اجلاس میں انصار اللہ کو ایک روح پرور بصیرت افروز خطاب سے نوازا جس میں حضور نے منافقوں سے متعلق قرآنی تعلیم کو وضاحت سے بیان کر کے منافقوں کی ذہنیت ان کے مخفی الادوں نیز ان کی ریشہ دوانیوں اور غلط کاریوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور ان کی اصلاح کے قرآنی طریقوں کو بالتفصیل واضح فرمایا۔ آخر میں حضور نے اس امر کو واضح کر کے کہ ہمیں تمام بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے پیدا کیا گیا ہے انصار کو اپنا دائرہ خدمت وسیع سے وسیع تر کرنے کی نہایت پُر زور و پُراثر انداز میں تلقین فرمائی۔ حضور کا یہ خطاب بھی جو ایک گھنٹہ سے زائد عرصہ تک جاری رہا علم و معرفت اور حکمت و موعظت کا ایک بیش بہا خزینہ تھا جاب نے اسے عجب

کیف وسرور کے عالم میں کمال محویت سے سنا اور قرآنی علوم ومعارف اور حقائق ودقائق سے خوب خوب اپنی جھولیاں بھریں۔ یہ تقریر بھی ان کے لئے غیر معمولی طور پر ازدیادِ ایمان و ایقان اور ازدیادِ علم وعرفان کا موجب ہوئی اور وہ خدمتِ اسلام کے نئے عزم، نئے جوش اور نئے ولولہ سے مالا مال ہوئے بغیر نہ رہے۔

پھر امسال اجتماع میں شریک انصار کو محترم جناب صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے ایک ٹھوس، پُرمغز اور نہایت ہی پُراثر خطاب سے مستفیض ہونے کی سعادت بھی میسر آئی۔ گزشتہ سال حضرت صدر محترم اپنی علالت کی وجہ سے اجتماع میں شریک نہ ہوسکے تھے اور احباب آپ کے بصیرت افروز ارشادات سننے سے محروم رہے تھے۔ الحمد للہ، امسال انہیں صدر محترم کے ارشادات سے بھی فیض یاب ہونے کا موقع ملا اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس فضل پر بھی سجداتِ شکر بجا لائے۔

امسال حضرت صدر محترم نے صلح وآشتی، امن وامان اور عدل وانصاف کے آئینہ دار حسین وجمیل اسلامی معاشرہ کے دو بنیادی پہلوؤں کو موضوعِ سخن بنایا اور ان سے متعلق اسلامی تعلیم اور ان کی پُرحکمت تفاصیل پر بہت پُرمعارف اور دل موہ لینے والے انداز میں روشنی ڈالی۔ آپ نے اسلامی مساوات اور باہمی ہمدردی واخوت کے بارے میں اسلامی تعلیم اور اس کی پُرحکمت تفاصیل بیان کرتے ہیں اس امر کا خصوصی التزام فرمایا کہ اس موضوع پر علی الترتیب قرآن مجید کی آیات، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پُرمعارف ارشادات بیک وقت احباب کے سامنے آکر ان پر اسلامی معاشرہ کی تمام دیگر معاشرتی نظاموں پر برتری اور فضیلت کو آشکار کر دیں۔ اس لحاظ سے آپ کی تقریر کیا تھی۔ نہایت خوشنما اور چمک دار و آبدار موتیوں کی ایک لڑی یعنی سلک مروارید تھی جو سب کی ہی توجہ کا مرکز بنے بغیر نہ رہی۔ چنانچہ احباب نے آپکی تقریر دلپذیر کو گہری توجہ اور انہماک سے اس حال میں سنا کہ ان پر محویت کی ایک خاص حالت طاری تھی۔ آپ کی اس تقریر کو قسط وار ماہنامہ انصار اللہ میں شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس کی پہلی قسط اسی شمارہ میں ہدیۂ قارئین کی جا رہی ہے۔

اجتماع کے آٹھ اجلاسوں میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کے روح پرور افتتاحی اور اختتامی خطابوں اور محترم صدر صاحب مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے پُراثر خطاب نیز قرآن مجید، احادیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم اور ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پُرمعارف درسوں کے علاوہ اہم علمی اور تربیتی موضوعات پر علماء سلسلہ اور بیرونجات سے تشریف لانے والے دیگر ذی علم اصحاب کی اکیس ۲۱ ٹھوس اور پُرمغز تقاریر ہوئیں۔ ان میں سیرت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم، سیرۃ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام (بصورت روایات بیان کردہ صحابہ مسیح پاک ؑ) سیرت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سیرۃ صحابہ حضرت مسیح موعودؑ پر سلسلہ وار نہایت ایمان افروز تقاریر بھی شامل تھیں۔ علاوہ ازیں

شوریٰ انصار اللہ کے بھی دو اجلاس منعقد ہوئے جن میں انتخاب صدر کے علاوہ اہم تربیتی اور تنظیمی امور سے متعلق تجاویز اور نئے سال کے بجٹ سے متعلق کثرت رائے کے ذریعہ سفارشات پیش کی گئیں۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کثرت رائے کو منظور فرماتے ہوئے از یکم صلح ۱۳۵۲ ہش (یکم جنوری ۱۹۷۳ء) تا ۳۱ فتح ۱۳۵۴ ہش (۳۱ دسمبر ۱۹۷۵ء) کے لئے محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کو مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا صدر مقرر فرمایا۔ مزید برآں انعامی تقریری اور ورزشی مقابلہ جات کے علاوہ سوال و جواب کے دو دلچسپ پروگرام بھی ہوئے۔ دونوں درمیانی راتوں میں باجماعت نماز تہجد بھی ادا کی گئی۔ اس طرح ہزاروں انصار نے اجتماع کے شب و روز دعاؤں اور اجتماعی ذکر الٰہی میں بسر کئے۔ پھر ۱۰ نبوت کو عشاء اور مغرب کی باجماعت نمازیں ادا کرنے کے بعد جملہ انصار کو "ایوانِ محمود" میں حضور ایدہ اللہ کی معیت میں ایک ہی دسترخوان پر کھانا کھانے کا غیر معمولی شرف بھی حاصل ہوا۔

الغرض امسال بھی ہمارا یہ مقدس و بابرکت اجتماع فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْھَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ کی رو سے اللہ تعالیٰ کے نور سے معمور وہ مکانِ عالی شان ثابت ہوا جس میں دن اور رات اللہ تعالیٰ کا ذکر بکثرت بلند ہوتا رہا اور اس میں شرکت کی سعادت سے بہرہ ور ہزاروں ہزار انصار رِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ کی رو سے اس مکانِ عالی شان کے وہ مکین ذی شان ثابت ہوئے جنہیں اللہ کے ذکر اور نماز قائم کرنے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنے سے کوئی بھی دنیوی مشغلہ یا مفاد غافل نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حسب وعدہ اس مکانِ عالی شان یعنی اجتماع انصار اللہ کی شان کو سال بہ سال بلند سے بلند تر کرتا چلا آ رہا ہے اور یہ دوبالا ہی ہوتی چلی آ رہی ہے۔

ہر چند کہ امسال اجتماع ایسے ایام میں منعقد ہو رہا تھا جبکہ احباب کا اس میں شرکت کے لئے شدید خواہش اور دلی تڑپ کے باوجود جوق در جوق آنا دقت طلب نظر آ رہا تھا تاہم احباب نے بعض نامساعد حالات کے باوجود اس اجتماع کی عظیم الشان برکات اور انقلاب انگیز تاثیرات سے اپنے آپ کو محروم رکھنا گوارا نہ کیا اور وہ مشکلات پر قابو پاتے ہوئے دیوانہ وار کھچے چلے آئے۔ اول تو اجتماع رمضان المبارک کی وجہ سے حسب معمول ماہ اخاء (اکتوبر) کی بجائے ماہ نبوت (نومبر) نصف سے زیادہ گزرنے کے بعد منعقد کرنا پڑا جبکہ گندم کی بجائی کا موسم شروع ہو چکا تھا اور دیہی مجالس کے احباب کے لئے اس میں شمولیت اختیار کرنا مشکل تھا۔ دوسرے جلسہ سالانہ کے قرب کی وجہ سے بھی دور و دراز علاقوں کے احباب کے لئے مرکز میں آنا آسان نہ تھا کیونکہ قریباً ایک ماہ بعد انہیں جلسہ سالانہ میں شمولیت کی سعادت سے بہرہ ور ہونے کے لئے بہر صورت و بہر حال پھر آنا ہی ہے۔ اس پر مزید یہ کہ ان ایام میں وبائی امراض ملیریا و انفلوئنزا وغیرہ زوروں پر تھے اور شہروں اور دیہات میں گھر کے گھر ان امراض میں مبتلا ہونے کے باعث بیمار پڑے تھے اس لئے گمان ہوتا تھا کہ شاید امسال احباب زیادہ تعداد

(باقی دیکھیں ص ۳۸ پر)

(کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

مومنوں پر آنیوالے مصائب اور سختیاں ان کے لئے تریاق ہو جایا کرتی ہیں

اُن کے واسطے خدا کی رحمت کے خزانے انہیں سختیوں کی وجہ سے کھولے جاتے ہیں

"یہ خیال نہ آوے کہ پھر انبیاء اور مومنوں کو کیوں تکلیفیں آتی ہیں؟ ان لوگوں پر بھی بعض بلائیں آتی ہیں اور ان کے واسطے آثارِ رحمت ہوتی ہیں۔ دیکھو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر کیسی کیسی مصائب آئی تھیں۔ ان کو گننا بھی کسی بڑے دل کا کام ہے۔ ان کے نام سے ہی انسان کے بدن پر لرزہ آتا ہے۔ پھر جو کچھ سلوک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہیوں سے ہوئے ان کی بھی تاریخ گواہ ہے۔ کیا کوئی ایسی بھی تکلیف تھی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کو پہنچائی نہ گئی ہو؟ جس طرح ان کو ایذادہی میں کفار نے کوئی دقیقہ باقی نہ اٹھا رکھا تھا۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ نے بھی ان کے کمالات میں کوئی کمی باقی نہ رکھی۔ اصل میں ان لوگوں کے واسطے یہ مصائب اور سختیاں تریاق ہو جایا کرتی ہیں۔ ان لوگوں کے واسطے خدا کی رحمت کے خزانے انہیں سختیوں ہی کی وجہ سے کھولے جاتے ہیں ؎

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است
زیرِ آں گنجِ کرم بنہادہ است

مگر ایسے وقت میں انسان کو چاہیئے کہ صبرِ جمیل کرے اور خدا تعالےٰ سے بدظن نہ ہو۔

تو خدا کے ابتلاء کو انعام کے رنگ میں دیکھتے ہیں اور ابتلاء میں لذّت پاتے ہیں۔ قرب کے مراتب جس طرح جلد ابتلاء کے وقت میں طے ہوتے ہیں وہ یوں زہد و تعبّد یا ریاضت سے تو سالہا سال میں بھی تمام نہیں کئے جاتے۔ ان لوگوں میں سے جو خدا کے قرب کا نمونہ بننے اور خلق کی ہدایت کا نمونہ ان کو دیا گیا، وہ خدا تعالیٰ کے محبوب ہوئے، ایک بھی نہیں جس پر کبھی نہ کبھی مصائب اور شدائد کے پہاڑ نہ گرے ہوں۔ ان لوگوں کی مثال مشک کے نافہ کی سی ہوتی ہے۔ وہ جب تک بند ہے اس میں اور ایک مٹی کے ڈھیلے میں کچھ تفاوت نہیں پایا جاتا۔ مگر جب اس پر سختی سے جراحی کا عمل کیا جاوے اور اس کو چھری یا چاقو سے چیرا جاوے تو معاً اس میں ایک خوشکن خوشبو نکلتی ہے جس سے مکان کا مکان معطر ہو جاتا ہے اور قریب آنے والا بھی معطر کیا جاتا ہے۔ سو یہی حال انبیاء اور صادق مومنوں کا ہے کہ جب تک ان کو مصائب نہ پہنچیں تب تک ان کے اندرونی قوے چھپے رہتے ہیں اور ان کی ترقیات کا دروازہ بند ہوتا ہے .... غرض ایسے ایسے مصائب ہیں جو ان کے لئے رحمت ہیں اور ان سے ان لوگوں کے اندرونی گُن ظاہر ہوتے ہیں۔ دیکھو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جنہوں نے ہمیشہ ناز و نعمت میں پرورش پائی تھی اور سید سید کر کے پکارے جاتے تھے۔ انہوں نے بھی تو سختی کا زمانہ نہ دیکھا تھا۔ ان کو ایسے ایسے زمانے دیکھنے کا موقعہ ہی نہ ملا تھا کہ وہ ان صحابہؓ کے مراتب کو پہنچ سکتے۔ ان کی ساری زندگی ناز و نعمت میں گزری تھی، نہ انہوں نے کسی جہاد میں حصہ لیا تھا، نہ کسی کفری کو توڑا تھا تو خدا نے جو ان کو شہید کیا کیا ان پر ظلم کیا؟ ہرگز نہیں انہوں نے پچاس پچپن برس کی عمر تک وہ زمانہ نہ دیکھا تھا کہ شدائد کیا ہُوا کرتے ہیں اور انہوں نے وہ زمانہ بھی نہ دیکھا تھا کہ جب صحابہؓ بکریوں کی طرح ذبح ہوتے تھے تو پھر ان کا کیا حق تھا کہ وہ شہداء میں درجہ پاتے یا کسی طرح آخرت میں خدا کے قرب میں عزت پاتے رکیا ان کو فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا کہلانے کا فخر بس تھا، اور ان کے واسطے یہی کافی تھا؟ نہیں اس سے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی منع فرمایا تھا۔ اس سے کوئی حق قرب الہٰی نہیں ہو سکتا تھا

غرض ان کی اپنی تو ایسی بظاہر کارنمائی نہ تھی جس سے وہ ان درجاتِ اعلیٰ کے وارث یا حقدار ہوتے مگر چونکہ ان کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک قسم کا تعلق تھا۔ اللہ تعالےٰ نے نہ چاہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کا تعلق رکھنے والے کو ضائع کرے۔ اللہ تعالےٰ نے چاہا کہ وہ اس طرح گمنام فوت نہ ہوں۔ اس واسطے اللہ تعالےٰ نے ان کو شہادت کی موت سے وفات دی تاکہ وہ دنیا میں قیامت تک نیک نام مشہور ہو جاویں۔ اگر ان پر یہ مصائب نہ آتے تو وہ کس طرح مشہور ہوتے رسولؐ کے واسطے ایسے ایسے سامان میسر کر دیئے کہ وہ خدا کی راہ میں شہادت پانے کے قابل ہو گئے اور اس طرح وہ سابقین کے ساتھ مل گئے جن کے حالات سے وہ محض ناواقف تھے۔ ایک ذرا سی تکلیف اور اجرِ عظیم مل گیا.....

پس تم مومن ہونے کی حالت میں ابتلاء کو بُرا نہ جانو اور بُرا وہی جانے گا جو مومن کامل نہیں ہے قرآن شریف فرماتا ہے کہ وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہم کبھی تم کو مال سے یا جان سے یا اولاد یا کھیتوں وغیرہ کے نقصان سے آزمایا کریں گے مگر جو ایسے وقتوں میں صبر کرتے اور شاکر رہتے ہیں تو ان لوگوں کو بشارت دو کہ ان کے واسطے اللہ تعالےٰ کی رحمت کے دروازے کشادہ اور اور ان پر خدا کی برکتیں ہوں گی جو ایسے وقتوں میں کہتے ہیں اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ یعنی ہم اور ہماری متعلقہ کل اشیاء یہ سب خدا ہی کی طرف سے ہیں۔ اور پھر آخر کار ان کا لوٹنا خدا ہی کی طرف ہے کسی قسم کے نقصان کا غم ان کے دل کو نہیں کھاتا اور وہ لوگ مقامِ رضا میں بود و باش رکھتے ہیں، ایسے لوگ صابر ہوتے ہیں اور صابروں کے واسطے خدا تعالےٰ نے بے حساب اجر رکھے ہوئے ہیں....

(الحکم جلد ، مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۰۳ء بحوالہ ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۱۹۳ - ۲۰۰)

منظوم عربی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

نَخِرُّ اَمَامَكَ كَالْمَسَاكِيْنِ فَاغْفِرِ

اے خدا! ہم تیرے آگے مسکینوں کی طرح گرتے ہیں۔ پس تو ہمیں بخش دے

سَئِمْنَا تَكَالِيْفَ التَّطَاوُلِ مِنْ عِدَا
ہم نے معاندین کے ہاتھوں ظلم کی تکلیفیں اٹھائی ہیں

تَمَادَتْ لَيَالِي الْجَوْرِ يَا رَبِّ انْصُرِ
اور ظلم کی راتیں لمبی ہوگئی ہیں۔ اے میرے خدا تو میری مدد کر

وَجِئْنَاكَ كَالْمَوْتٰى فَاَحْيِ اُمُوْرَنَا
ہم مُردوں کی طرح تیرے پاس آئے ہیں تو ہمارے کاموں کو زندہ کر

نَخِرُّ اَمَامَكَ كَالْمَسَاكِيْنِ فَاغْفِرِ
ہم تیرے آگے مسکینوں کی طرح گرتے ہیں پس تو ہمیں بخش دے

اِلٰهِيْ فَدَتْكَ النَّفْسُ اِنَّكَ جَنَّتِيْ
اے میرے خدا میری جان تجھ پر قربان تو میری بہشت ہے۔

وَمَا اِنْ اَرٰى خُلْدًا كَمِثْلِكَ يُثْمِرُ
اور میں نے کوئی ایسی بہشت نہیں دیکھی جو تیرے جیسا پھل لادے

طُرِدْنَا لِوَجْهِكَ مِنْ مَجَالِسِ قَوْمِنَا
تیرے منہ کے لئے ہم اپنی قوم کی مجلسوں سے رد کر دیئے گئے ہیں

فَاَنْتَ لَنَا حِبٌّ فَرِيْدٌ وَمُؤْثَرٌ
تو ہمارا یگانہ دوست ہے اور ہم نے تجھے سب کو چھوڑ کر اختیار کیا ہے

اِلٰهِيْ بِوَجْهِكَ اَدْرِكِ الْعَبْدَ رَحْمَةً
اے میرے خدا اپنے منہ کے صدقے میں رحمت کے ساتھ اپنے بندہ کی خبر لے

وَلَيْسَ لَنَا بَابٌ سِوَاكَ وَمَعْبَرٌ
اور ہمارے لئے تیرے سوا نہ کوئی دروازہ اور نہ جائے گزر ہے

اِلٰى اَيِّ بَابٍ يَا اِلٰهِيْ تَرُدُّنِيْ
اے میرے خدا تو کس کے دروازہ پر مجھے رد کرے گا۔

وَمَنْ جِئْتُهُ بِالرِّفْقِ يَزْرِيْ وَيَصْعَرُ
میں جس کے پاس نرمی سے جاتا ہوں وہ بدگوئی کرتا اور منہ پھیر لیتا ہے

صَبَرْنَا عَلٰى جَوْرِ الْخَلَائِقِ كُلِّهِمْ
ہم نے تمام دنیا کا ظلم صبر سے برداشت کیا ہے۔

وَلٰكِنْ عَلٰى هَجْرٍ سَطَا لَا نَصْبِرُ
مگر تیری جدائی کی ہمیں برداشت نہیں ہے۔

(اعجاز احمدی)

منظوم فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

از مکافاتِ عمل غافل مشو

(تو عمل کے بدلہ سے غافل نہ ہو۔)

یک نظر بیں سوئے ایں دنیائے دوں — چوں بگردی از پئے آں سرنگوں

ذرا اس ذلیل دنیا پر نظر ڈال کہ کس طرح تو اس کے پیچھے سرنگوں پھر رہا ہے۔

آنچہ داری از متاع و منزلت — بے مشقت ہا نگشتہ حاصلت

جو کچھ بھی سامان اور عزت تیرے پاس ہے وہ تجھے بغیر محنت کے حاصل نہیں ہوئی

بایدت تا مدتے جہدِ دراز — تا خوری از کشتِ خود نانے فراز

ایک لمبے عرصہ کی کوشش درکار ہے تاکہ تو اپنی کھیتی سے روٹی کھائے

چوں ہمیں قانونِ قدرت اوفتاد — پس ہمیں یاد آر در کشتِ معاد

جب قانونِ قدرت ایسا ہی واقع ہوا ہے تو آخرت کی کھیتی کے لئے بھی یہی بات یاد رکھ۔

خوب گفت آں قادرِ رب الوریٰ — لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعیٰ

رب العالمین قادر خدا نے کیا خوب فرمایا ہے کہ انسان کو اپنی کوشش کے پھل کے سوا اور کچھ نہیں ملتا

ہم دریں معنیست گر تو بشنوی — یادگارِ مولوی در مثنوی

اگر تو سنے تو اسی مطلب کا مضمون وہ بھی ہے جو مثنوی میں مولوی معنوی کی یادگار ہے

گندم از گندم بروید جو ز جو — از مکافاتِ عمل غافل مشو

کہ گیہوں سے گیہوں پیدا ہوتا ہے اور جو سے جو۔ پس عمل کے بدلہ سے غافل نہ ہو

(ضیاء الحق ؔ)

ملّت کے شیرازہ کو بکھیرنے والے فتنوں سے بچنے کا قرآنی طریق

اعتصام بحبل اللہ اور اس کی بنیادی اہمیت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

اس (آیۂ کریمہ) میں وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا کے ارشاد میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں تین حکم دیئے ہیں حبل اللہ کے ایک معنے عہد کے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا کہ اے مومنو! جنہوں نے خدا کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس کے رسول کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اپنے رب سے ایک عہد بیعت باندھا ہے، تم اس عہد پر مضبوطی سے قائم رہنا کیونکہ جو لوگ خدا سے عہد باندھ کر بعد میں اسے بھول جاتے یا اسے توڑ دیتے ہیں اور اس عہد کی ذمہ داریوں کو نبھاتے نہیں۔ اللہ تعالیٰ ایک دن ان سے اس عہد کے توڑنے یا اس کی ادائیگی میں غفلت برتنے کے متعلق ضرور سوال کرے گا۔

دوسرا حکم اس میں یہ ہے کہ حبل اللہ کے دوسرے معنے ہیں، وہ تمام وسیلے اور ذرائع اور تدابیر جن کو اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ مفرداتِ راغب میں اس کے یہ معنے دیئے گئے ہیں۔ اَلَّذِیْ مَعَدُّ التَّوَصُّلُ بِهٖ اِلَيْهِ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَالْعَقْلِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا اِذَا اعْتَصَمْتَ بِهٖ اَدَّاكَ اِلٰى جَوَارِهٖ یعنی وہ تمام وسیلے اور تدبیریں جن کو جب مضبوطی سے پکڑا جائے اور ان پر عمل کیا جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے قرب تک پہنچا دیتے ہیں۔ ان میں سے انہوں (امام راغب) نے بطور مثال قرآن کریم اور عقل انسانی کا ذکر کیا ہے اور یہ بتانے کے لئے کہ بہت سی باتیں ہیں جو ان میں شامل ہیں وغیر ذٰلك کے الفاظ رکھ دیئے ہیں۔ تین بڑی چیزیں ہیں جو قرب الٰہی کی راہوں کو ہم پر منکشف کرتی ہیں۔ سب سے پہلے اور سب سے اہم تو قرآن کریم ہے جس نے شریعت کی تمام باتوں کو کھول کھول کر بیان کر دیا ہے۔ اس کے بعد نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی عملی زندگی میں قرآن کریم کی تصویر کامل اور مکمل طور پر ہمارے سامنے پیش کی اور تیسری جگہ پر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور احادیث ہیں۔

جہاں تک قرآن کریم کا تعلق ہے اس میں ایک تو وہ ابدی صداقتیں اور بنیادی ہدایتیں ہیں جو اس دن سے کہ قرآن کریم دنیا میں نازل ہوا قابلِ عمل ہیں اور اس وقت تک قابل عمل رہیں گی کہ دنیا پر قیامت آجائے، پھر

وقتی الجھنوں کو سلجھانے کے لئے قرآن کریم بعض ہدایتیں دیتا ہے جو جزئیات سے تعلق رکھتی ہیں اور جو وقت کا مطالبہ ہوا سے وہ پورا کرتا ہے، پہلے زمانوں میں بھی پورا کرتا آیا ہے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں بھی پورا کر رہا ہے، اور آپ کے خلفاء کے زمانہ میں بھی پورا کرتا چلا جائے گا اور جیسا کہ پہلے ہوا اگر خدا نخواستہ کبھی خلافت کا سلسلہ منقطع ہوا تو اولیاء اللہ پیدا ہوتے رہیں گے جو وقت کے تقاضوں کے مطابق قرآن کریم سے نور لے کر دنیا کے اندھیروں کو دور کرتے رہیں گے۔ تو پہلی چیز تو قرآن کریم ہے جس کے ذریعہ سے جسے پڑھ کے، جسے سمجھ کے، جس کی تفاصیل کا علم حاصل کر کے اور پھر اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھال کر ہم اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتے ہیں۔ پس پہلے تو یہ بتایا کہ تم نے ایک عہد باندھا ہے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھنا اور ساتھ ہی اسی لفظ میں ایک دوسرے معنی کے لحاظ سے ہمیں یہ بتایا کہ اس عہد کو مضبوطی سے کیسے پکڑا جا سکتا ہے یعنی قرآنی ہدایت و شریعت پر عمل کر کے اور اسے حرزِ جاں بنا کر۔

اور حبل اللہ کے تیسرے معنی ہیں وصل اور وصال کے، مقامِ قرب کے حصول کے، تو فرمایا کہ جب تم اللہ تعالیٰ تک پہنچ جاؤ اور تمہیں اس کا قرب حاصل ہو جائے تو اس مقامِ قرب کی حفاظت کرتے رہنا اور صدق و وفا کے ذریعہ شیطانی حملوں سے اسے بچانا۔ تو پہلے یہ کہا کہ اپنے عہدوں پر مضبوطی سے قائم رہو۔ پھر یہ فرمایا کہ ان عہدوں پر مضبوطی سے قائم ہونے کے یہ معنے ہیں کہ وہ راستے، وہ طریق جو قرآن کریم نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوہ نے آپ کے ارشادات نے خدا تعالےٰ تک پہنچنے کے لئے تمہیں بتائے ہیں ان کو لازم پکڑو، اس طرح تم خدا تعالےٰ کا قرب حاصل کر لو گے۔ تیسرے یہ حکم دیا کہ جب تم مقامِ قرب کو پا لو تو پھر بھی تم شیطان سے محفوظ نہیں۔ جب تک کہ اسی حالت میں وفات نہ ہو جائے اور انسان کا انجام بخیر نہ ہو جائے۔ اس سے پہلے شیطان ساری زندگی میں انسان پر حملہ آور ہوتا رہتا ہے، اپنی پوری کوشش کرتا ہے کہ خدا کا وہ بندہ جس نے اعمالِ صالحہ اور مجاہدات کے نتیجہ میں اللہ تعالےٰ کے فضل کو جذب کر کے اس کے قرب اور اس کی رضا کو حاصل کیا تھا وہ شیطان اس بندۂ خدا کو اس مقام سے پرے ہٹا دے۔ مذہب کی تاریخ میں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ خدا کے بعض بندوں نے اس کا قرب حاصل کیا۔ لیکن بعد میں شیطان نے ان پر کامیاب حملہ کیا اور مقامِ رفعت سے گرا کے انہیں نارِ جہنم میں دھکیل دیا۔ جیسا کہ خود حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بعض صحابہ رضؓ کے متعلق کہیں گے کہ یہ میرے صحابہ تھے، جہاں تک میرا علم ہے انہوں نے میری باتوں کو سنا اور مانا اور ان پر عمل بھی کیا۔ ان کو جہنم کی طرف کیوں لے جایا جا رہا ہے؟ تو آپ کو بتایا جائے گا کہ آپ کی وفات کے بعد جو بداعمالیاں ان سے سرزد ہوئیں آپ ان سے واقف نہیں، یہ لوگ اس مقامِ رفعت کو قائم نہیں رکھ سکے، اس مقام سے گر گئے،

اور آج اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کی لعنت کا مورد بن گئے ہیں ۔ تو تیسرا حکم ہمیں وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا میں اللہ تعالیٰ نے یہ دیا ہے کہ جب تم میری رضا کو اس دنیا میں حاصل کر لو، میرے قرب کو پالو، تب بھی مطمئن نہ ہو جانا کہ تمہاری قربانیاں اور مجاہدات جو تم کر چکے ہو، وہی کافی ہیں اور میری رضا کے مقام پر قائم رہنے اور اس میں مزید ترقی کرنے کے لئے تمہیں کچھ اور نہیں کرنا۔ اس وقت بھی آگے سے آگے تمہارا قدم جانا چاہیئے۔ تمہاری پہلی قربانیاں بعد میں آنے والی قربانیوں کے مقابلہ میں ہیچ نظر آنے لگیں۔ پوری کوشش تمہیں کرنی پڑے گی کہ شیطان تم پر کامیاب حملہ نہ کر سکے۔ حملہ تو وہ ضرور کرتا ہے اور کرتا رہے گا۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ انسان شیطان کے حملوں سے اپنے آپ کو بچائے اور اس کے دامِ فریب میں اپنے آپ کو نہ آنے دے۔

یہ تین معنے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ کے ہیں اور معانی کی اس ترتیب سے جو میں نے بیان کی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے درجہ بدرجہ ہمیں تین سبق دیئے ہیں اور ہوشیار کیا ہے اور متنبّہ کیا ہے اور ہمیں ڈرایا ہے اس بات سے کہ اگر تم عہد توڑو گے تب بھی تباہی، عہد کے نباہتے وقت قرآن کریم سے منہ موڑو گے تب بھی ہلاکت، نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوہ اور آپؐ کے ارشادات کی عظمت قائم نہیں کرو گے۔ تب بھی شیطان کا کامیاب وار تم پر ہو جائے گا اور پھر جب تم یہ سب کچھ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کر لو گے تو اس وقت بھی مقام خوف رہے گا۔ جب تک تم اس دنیا میں زندہ ہو۔ جب تک تم اپنے انجام کو نہ پہنچ جاؤ اس وقت تک چوکس اور بیدار رہ کر اپنے مقام رفعت اور مقام روحانیت کی حفاظت کرنا تمہارے لئے ضروری ہے ۔ پس وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ اگر تم اس مفہوم کے مطابق جو عربی کے لحاظ سے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا کا ہے ہمارے حکم بجا لاؤ گے تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تمہارے اندر کوئی ایسا تفرقہ پیدا نہیں ہو گا جو ملّت کے شیرازہ کو بکھیر دے اور ترقی کی جو منازل امتِ مسلمہ طے کر رہی ہے ۔ اس میں تنزّل کا کوئی رخنہ واقع ہو جائے۔"

(الفضل ۱۷ مارچ ۱۹۶۷ء)

اسلامی معاشرہ کے دو بنیادی پہلو

انسانی مساوات اور ہمدردی نوعِ انسان و اخوّت

(محترم جناب صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

(۱)

محترم جناب صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے سترھویں سالانہ مرکزی اجتماع منعقدہ ۱۷-۱۸-۱۹ نبوت ۱۳۵۱ ہش (مطابق ۱۷-۱۸-۱۹ نومبر ۱۹۷۲ء) کے اختتامی اجلاس میں جو پُر مغز اور بصیرت افروز تقریر ارشاد فرمائی تھی اُس کی پہلی قسط جو انسانی مساوات سے متعلق اسلام کی پُر حکمت تعلیم پر مشتمل ہے ذیل میں ہدیۂ قارئین کی جا رہی ہے (ادارہ)

محترم صاحبزادہ صاحب موصوف نے تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

گذشتہ سے پیوستہ سال اجتماع کے موقعہ پر میں نے "اسلام کا موعود غلبہ اور اس کا اہم تقاضا" کے موضوع پر کچھ عرض کیا تھا اور اپنی عقل و فہم کے مطابق اس امر کی وضاحت کی کوشش کی تھی کہ اسلام کی اس آخری جنگ میں ہمیں کن قربانیوں کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ امسال میں احباب کے سامنے یہ امر رکھنا چاہتا ہوں کہ جب تک ہم اسلامی معاشرہ کے قیام کی کوشش نہیں کرتے (اور یہ ذمہ داری اب ہم پر ڈالی گئی ہے) دنیا میں صحیح امن اور صلح و آشتی کی بنیاد رکھنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ وقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس سال میں دو امور بیان کروں گا جو یہ ہیں:۔

(۱) مساوات (اپنے وسیع مفہوم کے لحاظ سے بھی اور محدود مفہوم کے لحاظ سے بھی)

(۲) بنی نوع انسان سے ہمدردی اور اخوّت

مساوات کو مَیں نے سب سے اوّل اس لئے رکھا ہے کہ آج باقی دنیا میں بھی اور خود ہمارے ملک میں بھی یہ مسئلہ خاص توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ اس وقت دنیا میں اسلامی نقطۂ نگاہ کے

علاوہ دو نظام اکثر ملکوں میں جاری ہیں۔ ایک مغربیت کا نظریہ ہے اور دوسرا اشتراکیت کا۔ یہ دونوں ہی افراط و تفریط کے شکار ہیں۔ ایک میں کسی قسم کی شخصی آزادی اور شخصی حق کو بظاہر تسلیم نہیں کیا جاتا اور دوسرے میں غالصتہً شخصی آزادی اور انفرادی حق کو انسانی بنیادی حقوق پر ترجیح دی جاری ہے۔ اسلامی تعلیم افراط و تفریط سے پاک اور صحیح لائحہ عمل ہے جس پر اگر دنیا گامزن ہو جائے تو کسی قسم کا انشقاق و افتراق باقی نہیں رہتا۔

اس وقت اشتراکیت یا مغربیت کے موضوع پر کچھ کہنا میرے مدنظر نہیں۔ یہ ایک علیحدہ مضمون ہے۔ مجھے صرف مساوات و اخوت کے متعلق اسلامی تعلیم پر کچھ عرض کرنا ہے۔

انسانی مساوات کے متعلق اسلام کی بنیادی تعلیم

قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے انسانی مساوات کی جو تعلیم بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے :-

(۱) یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ○ (سورۃ الحجرات آیت ۱۴)

(۲) یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَ الْاَرْحَامَ ۔ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا (النساء آیت ۲)

ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے یہ امر بیان فرمایا ہے کہ تمام نسل انسانی ایک باپ سے چلائی گئی۔ اس لئے تم سب بحیثیت انسان ایک جیسے ہو۔ ایک انسان اور دوسرے انسان میں کوئی فرق نہیں رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کی تفسیر ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے۔ آپؐ نے فرمایا :-

اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللّٰہِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عِیَالِہٖ

(شعب الایمان)

ترجمہ :- تمام مخلوق اللہ تعالےٰ کے کنبہ کے طور پر ہے پس جو اللہ تعالےٰ کے عیال سے حسن سلوک کرتا ہے وہی اللہ کو پیارا ہے۔

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں سینکڑوں مثالیں ایسی ملتی ہیں جس میں آپؐ کے فیضِ عام

کا اظہار اور قرآن کریم کی اس تعلیم کی عملی تصویر نظر آتی ہے۔ حجۃ الوداع کے موقعہ پر صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ۔ أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ۔ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ وَلَا لِأَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوَى (مسند احمد بن حنبل)

اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک تھا۔ سنو کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت ہے اور نہ کسی سرخ رنگ والے کو کسی سیاہ رنگ والے پر کوئی فضیلت ہے اور نہ کسی سیاہ فام کو سرخ پر سوائے تقوے کی بنیاد کے۔

آپؐ کا یہ خطاب ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور آپؐ کے اس فیض عام کی دلیل ہے جو رنگ و نسل ملک و قوم اور تہذیب و تمدن کے دائروں سے وسیع تر تھی۔ ایک حدیث میں اسی روایت کو کچھ مختلف الفاظ میں بیان کیا گیا ہے جس میں وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ کے الفاظ ہیں کیسا لطیف بیان ہے جس میں آپؐ نے فرمایا کہ انسانی پیدائش مٹی سے ہے اور مٹی ایک حقیر چیز ہے۔ اگر انسان اپنے اس خمیر کو یاد رکھے تو فخر و مباہات اور انا و تکبّر سے محفوظ ہو جاتا ہے اور بین الاقوامی مساوات و اخوت کی بنیادیں رکھی جا سکتی ہیں جس کے بغیر امن عالم ایک خواب سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اس مضمون کو بیان فرمایا ہے۔ ضمناً میں اس جگہ اس امر کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے اس مضمون کو بیان کرتے وقت اس امر کو سامنے رکھا ہے کہ قرآن کریم کی آیات اسوۂ حسنہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک ہی وقت میں سامنے آجائیں۔ اس امر کا یہ محرک بھی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خطبہ الہامیہ میں بیان فرمایا ہے:

مَنْ فَرَّقَ بَيْنِي وَبَيْنَ الْمُصْطَفَى فَمَا عَرَفَنِي وَمَا رَأَى۔ (روحانی خزائن جلد ۱۶ صفحہ ۲۵۹)

بہت سے لوگوں نے ناسمجھی سے اس پر اعتراض کیا ہے کہ گویا نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے آپ کو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے مساوی درجہ دیا ہے۔ حالانکہ آپ کے ان الفاظ سے یہ امر واضح ہے کہ جس نے میری تعلیم اور میرے اسوہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور اسوہ سے جدا سمجھا اس نے میری تعلیم اور مجھے سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ کیونکہ میں جو کچھ کہتا یا کرتا ہوں وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور اسوہ کا احیاء ہے نہ کہ کوئی نیا دین اور آپ کے ایک فارسی شعر کے اس

مصرعہ ع من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب

میں بھی اسی کی تشریح ہے اور یہی ثبوت ہے اس امر کا کہ آپ اپنے آقا و مطاع کے خادم، غلام اور سچے پیرو ہیں۔ آپ کا کوئی قول یا فعل قرآن کریم کی تعلیم رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ کے اسوۂ حسنہ کے منافی نہیں بلکہ اسی کی تائید میں ہے۔ حضور فرماتے ہیں:

"میں تمام مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ دنیا میں کوئی میرا دشمن نہیں ہے۔ میں بنی نوع انسان سے ایسی محبت کرتا ہوں جیسے ایک والدہ مہربان اپنے بچوں سے کرتی ہے بلکہ اس سے بڑھ کر۔ میں صرف ان باطل عقائد کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے۔ انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جھوٹ اور شرک اور ظلم ہر ایک بدعملی اور بداخلاقی سے بیزاری میرا اصول۔" (اربعین ص۲)

ان مثالوں سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ مساوات کے بارے میں اسلامی تعلیم اپنے وسیع معنوں میں تمام دنیا پر حاوی ہے اور بحیثیت انسان، ایک انسان اور دوسرے انسان میں کوئی فرق نہیں۔ سب انسان برابر ہیں۔

نسلِ انسانی کے بنیادی حقوق کی نشاندہی

اسلام نے انسانی مساوات کی تعلیم تک ہی حصر نہیں کیا بلکہ انسانی بنیادی حقوق کی بھی نشاندہی کر دی ہے۔ سورۂ طٰہٰ میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

فَقُلْنَا يَا آدَمُ إِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى۔ إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرٰى وَأَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيهَا وَلَا تَضْحٰى (آیات ۱۱۸ تا ۱۲۰)

اے آدم یہ ابلیس یقیناً تیرا اور تیرے ساتھیوں کا دشمن ہے پس تم دونوں کو یہ جنت سے نکال نہ دے کہ اس کے نتیجہ میں تو اور تیرا ہر ساتھی مصیبت میں پڑ جائے۔ یقیناً اس جنت میں تیرے لئے مقدر ہے کہ تو بھوکا نہ رہے اور ننگا نہ رہے اور نہ تو پیاسا رہے اور نہ دھوپ میں جلے

گویا نسل انسانی کی پیدائش کے ساتھ ہی بنیادی حقوق بھی بیان فرما دیئے گئے اور یہی وہ جنت ارضی تھی جس سے آدم اور اس کے ساتھیوں کو شیطان نے پھسلانے اور نکالنے کی کوشش کی اور یہ کوشش اب تک جاری ہے وہ طاقتیں جو Colonial powers کہلاتی ہیں۔ یا اب نام بدل کر Super powers کہلانے

لگی ہیں۔ ان ممالک میں جو ابھی ترقی یافتہ نہیں اپنے انہی ہتھکنڈوں سے فتنہ و فساد کو ہوا دینے کی کوشش کرتی ہیں تا اپنا غلبہ قائم رکھ سکیں۔ اس کا توڑ اور صحیح حل اس تعلیم پر عمل کرنے سے ہی ہو سکتا ہے جو پیدائش آدمؑ کے وقت اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادی تھی کہ اگر اس دنیا کو جنت دیکھنا چاہتے ہو تو وہ بنیادی حقوق جو ہر انسان کا پیدائشی حق ہیں اس کو دو۔ صرف اس ذریعہ دنیا میں عالمگیر مساوات اور عالمگیر برادری کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے ورنہ فتنہ و فساد اور طبقاتی تنفر اور اخلاقی گراوٹ کو روکا نہیں جا سکے گا اور یہ حکومت کا فرض قرار دیا گیا ہے کہ وہ ایسا انتظام کرے کہ

۱۔ ہر شخص کو اس کی نشوونما اور جسمانی بناوٹ کے مطابق غذا مہیا کرے۔

۲۔ ہر موسم اور علاقہ کے مطابق پوشاک مہیا کرے۔

۳۔ زندہ رہنے کے لئے صاف ستھرا اور صحت آور پانی مہیا کرے (پانی کے متعلق یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ انسانی جسم کی مناسب نشوونما اور صحت برقرار رکھنے کے لئے صاف ستھرا پانی اشد ضروری ہے جیسا کہ ہمارے خالق نے خود ہی فرمایا ہے۔ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ۔ زندگی پانی پر منحصر ہے۔ صرف سانس لینے کا نام زندگی نہیں۔ زندگی وہ ہے جس میں انسان کام کرنے کی قوت پاتا ہو)

۴۔ ہر انسان کو اس کی ضروریات کے مطابق مکان مہیا کرے۔ اگر یہ بنیادی ضروریات ہر انسان کو میسر ہوں اور ساتھ ہی ایک جیسے ترقی کے مواقع میسر ہوں تو کسی قسم کا بغض و حسد یا نفرت یا غصہ کسی بھی طبقہ کے خلاف پیدا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جب ایک جیسے مواقع ترقی کے موجود ہوں تو اپنی سستی اور کاہلی اور کام چوری کا الزام کسی اور پر نہیں لگایا جا سکتا۔

اشتراکی ملکوں کے متعلق یہ عام غلط فہمی ہے کہ وہاں سب ایک جیسے ہیں اور ایک ہی جیسا ان کا معیارِ زندگی Standard of living ہے۔ جو لوگ ان ممالک میں جا چکے ہیں ان کو علم ہے کہ ایسا ہرگز نہیں بلکہ عملاً کام کی نوعیت کے مطابق ان کو اجرت دی جاتی ہے۔ چین نے تو اشتراکیت کے ایک ملمع شدہ نعرے کے الفاظ ہی بدل دیئے ہیں۔ اشتراکیوں کا نعرہ یہ تھا کہ To each according to his needs گو انہوں نے Needs یعنی ضروریات کی تعیین کبھی نہ کی تھی لیکن پھر بھی یہ نعرہ سادہ مزاج اور باریکیوں پر نظر نہ رکھنے والے (unwary) لوگوں کے لیے بڑا جاذب نظر معلوم دیتا ہے لیکن اب چین نے یہ الفاظ بدل کر To each according to his work کا Slogan وضع کیا ہے اور یہ عین اسلامی

تعلیم کے مطابق ہے. کیونکہ اسلام نے ہر فرد کو آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کے مواقع فراہم کرنے کی تاکید کی ہے اور پھر جو جتنی محنت کرتا ہے اس کے مطابق پھل پاتا ہے.

اسلامی معاشرہ میں تقسیم کار کا اصول

اسلامی معاشرہ کی حد بندیوں کے اندر اسلامی تعلیم جو قرآن کریم کے ذریعہ مسلمانوں تک پہنچی اس میں وضاحت سے مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ تم سب بھائی بھائی ہو تقسیم عمل اپنی جگہ ہے اپنی اپنی استعداد اور قویٰ کے مطابق سب مسلمان اپنے اپنے مفوضہ کاموں میں لگے ہوئے ہونے کے باوجود آپس میں بھائی بھائی اور برابر ہیں تقسیم عمل کے متعلق بھی قرآن کریم نے تعلیم ارشاد فرمائی جیسا کہ فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا. (النساء آیت ۵۹)

یعنی عہدوں کی تقسیم رنگ و نسل یا مال و دولت یا حسب نسب کی بنیاد پر نہیں بلکہ اہلیت کی بنیاد پر ہونی چاہیئے. چنانچہ حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں بیسیوں واقعات ایسے نظر آتے ہیں کہ جن میں آپ نے اس تعلیم پر خود عمل فرمایا اور اس پر عمل کرنے کی تلقین فرمائی. حدیث میں بیان ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رض کو کئی اسلامی مہموں پر امیرِ جیش مقرر فرمایا جبکہ آپ کے ماتحت بعض جلیل القدر صحابہ ان جیوش میں شامل تھے. لیکن جنگی قابلیت کے لحاظ سے ان کو بہتر پاکر یہ فرض ان کے سپرد فرمایا. حضرت زیدؓ کی وفات کے بعد حضرت اسامہ بن زیدؓ کو بھی جب ایک لشکر کا افسر مقرر فرمایا تو بعض لوگوں نے جو بظاہر زیادہ وجاہت رکھتے تھے اس فیصلہ پر نادانی سے اعتراض کر دیا کہ ایک غلام زادہ کو ہم پر امیر مقرر کر دیا گیا ہے. اس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے غصہ سے فرمایا کہ

"تم اسامہ کی امارت پر نکتہ چینی کرتے ہو اور اس سے قبل اس کے باپ پر بھی تم نکتہ چینی کر چکے ہو. خدا کی قسم جس طرح اس کا باپ امارت کا اہل تھا اور مجھے بہت محبوب تھا اسی طرح اس کا بیٹا بھی امارت کا اہل ہے اور مجھے محبوب ہے".

اس ارشاد سے واضح ہے کہ ذمہ داری سپرد کرتے وقت اہلیت کو مدنظر رکھنا چاہیئے نہ کہ کسی اور امر کو. اس تعلیم پر اگر عمل کیا جائے تو کسی قسم کی بددلی اور مایوسی پیدا نہیں ہو سکتی. تمام بنی نوع انسان کے لئے مساوات کی جو تعلیم اوپر بیان کی گئی ہے وہی صحیح اسلامی معاشرہ کے لئے خاص طور پر بیان ہوئی ہے. اور اسلامی معاشرہ میں بھی حکومت کا یہ فرض قرار دیا گیا ہے کہ وہ سب کو ایک جیسی سہولت مہیا کرے تا ہر فرد اپنی اپنی استعداد کے مطابق ترقی کرے. اس مضمون کو قرآن کریم نے سورۃ الجاثیہ میں بیان فرمایا ہے:۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ (آیت)

اسی طرح سورۂ لقمان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ۚ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتَابٍ مُّنِيرٍ (لقمان آیت ۲۱)

ترجمہ:۔ کیا تم لوگوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے تمہاری خدمت میں لگایا ہوا ہے اور تم پر اپنی نعمتیں خواہ ظاہری ہوں یا باطنی پانی کی طرح بہادی ہیں اور لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جو بغیر علم اور بغیر ہدایت اور بغیر کسی روشن کتاب کی دلیل کے اللہ تعالیٰ کے بارے میں بحث کرتے ہیں۔

گویا قرآن کریم میں واضح ارشاد موجود ہے کہ اسلامی معاشرہ میں تمام افراد کے لئے ایک جیسے مواقع مہیا ہونے چاہئیں اور کوئی فرد بھی کسی عدم سہولت یا مالی کمی یا کسی اور وجہ سے ترقی کرنے سے محروم نہ رکھا جائے۔

روحانی اور دینی امور میں مساوات

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَإِنْ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ (فاطر آیت ۲۵)

کسی قوم یا خطہ یا ملک سے اللہ تعالیٰ کی رحمت خاص نہیں اس کی رحمت ساری دنیا پر محیط ہے اور جس طرح انسان کی ظاہری قوتوں کی بقا اور نشوونما کا سامان اللہ تعالیٰ نے مہیا فرمایا ہے۔ اسی طرح روحانی نشوونما اور بقا کا سامان بھی ہر ملک اور ہر قوم کے لئے اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے ذریعہ مہیا فرمایا۔

پھر فرمایا:۔

(۲) إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ (الحجرات آیت ۱۴) عزت اور جاہ، حسب ونسب نہیں بلکہ نیکی اور تقوے کی بنیادوں پر ہے۔

(۳) فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهُ ۔ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهُ (الزلزال آیات ۸-۹)

ہر شخص اپنے اعمال کے مطابق جزا پائے گا کسی فرد کی ظاہری عزت و وجاہت اس کو اس کے بداعمال

کی سزا سے بچا نہیں سکے گی۔ ہر شخص اپنے کئے کا پھل پائے گا۔

(۴) لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ (الحجرات آیت ۱۲)

کسی کو چھوٹا یا گھٹیا یا پسماندہ سمجھ کر اس سے تمسخر یا استہزاء کا طریق اختیار نہ کرو ورنہ نقصان اٹھاؤ گے اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کون قابل قبول ہے اور کون نہیں۔

(۵) فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ٥

اپنی جانوں کو پاک مت قرار دو متقیوں کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔ اس آیت میں اس طرف بھی توجہ دلائی کہ متقی کا علم اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔ وہی جانتا ہے کہ کون قبول کئے جانے کے لائق ہے۔ اور دلوں کا پھیرنا بھی اسی کے اختیار میں ہے۔ وہ علیم و خبیر ذات اپنے ان بندوں کی طرف لوگوں کو متوجہ کر دیتا ہے جو اس کے نزدیک تقوےٰ کی راہوں پر گامزن ہیں۔

ان آیات سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی قوم یا علاقہ یا کسی فرد کا عہدہ یا خاندان بڑائی کا نشان یا جواز نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تقوےٰ نیک اعمال، اپنے بھائیوں سے محبت و پیار خدمت کے جذبہ اور بنی نوع انسان سے ہمدردی پر ہی درجات مترتب ہوں گے۔

عدالتی امور میں مساوات

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے:-

وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ (النساء آیت ۵۹)

اسلامی معاشرہ میں قضاء کے محکمہ میں جو قاضی مقرر ہوں ان کا یہ فرض ہے کہ عدل و انصاف کی بنیادوں پر اپنے فیصلے صادر کریں۔

اللہ تعالیٰ نے مقدمات کے فیصلوں کے لئے صرف ایک common criterion رکھا ہے یعنی عدل۔ اسلامی عدلیہ میں سفارش، عہدہ، رسوخ، خاندان یا کسی بھی اور امر کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے ہمیں قرآن کریم کی اس تعلیم کی فعلی شہادت نمایاں نظر آتی ہے۔ میں ایک مثال پر اکتفا کروں گا۔ قبیلہ بنی مخزوم کی ایک عورت چوری کے جرم میں پکڑی گئی۔ اسامہ بن زیدؓ جن سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم بہت محبت رکھتے تھے کو بعض لوگوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سفارش کے لئے بھجوایا۔ آپؐ نے فرمایا:-

اَتَشْفَعُ فِيْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ ثُمَّ قَامَ فَخَطَبَ فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ

إِنَّمَا ضَلَّ مَنْ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَأَيْمُ اللهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا۔

(بخاری کتاب الحدود)

آپ نے فرمایا۔ اے اسامہ! کیا تم حدودِ خداوندی میں سفارش کرتے ہو۔ پھر آپ کھڑے ہو گئے اور حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تم سے پہلے امتیں اس لئے ہلاک اور گمراہ ہو گئیں کہ جب کوئی معزز آدمی کوئی جرم کرتا تو اس سے درگذر کرتے اور چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور اور بے سہارا جرم کرتا تو اسے سزا دیتے۔ خدا کی قسم اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہ چوری کرتی تو میں اس کے ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔

مرد و عورت کے حقوق میں مساوات

قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ إِنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ (آل عمران آیت ۱۹۶) روحانی ترقی ہو یا مادی مرد و عورت کو مساوی درجہ عطا کیا گیا ہے۔ کسی ایک کو دوسرے پر فوقیت حاصل نہیں۔ پھر اسلام نے قانوناً عورت کو ورثہ کا حق دیا ہے۔ آزادیٔ رائے کا حق دیا ہے، طلاق کا حق دیا، مطلقہ کو شادی کا حق دیا وغیرہ وغیرہ۔

وہ بنیادی حقوق جو دوسرے مذاہب یا معاشرہ میں ہمیں نظر نہیں آتے۔ اسلام نے عورت کو عطا کئے ہیں۔ اب تک بھی بعض ان ممالک میں جو مہذب اور ترقی یافتہ سمجھے جاتے ہیں عورت کو ورثہ کا حق نہیں دیا گیا، نہ رائے دہندگی کا حق ہے، نہ طلاق لینے کا حق ہے، نہ مطلقہ کو دوبارہ شادی کرنے کا حق ہے۔ غرض اسلام نے عورت کو وہ عزت کا مقام دیا ہے جو کسی اور مذہب یا معاشرہ یا سوسائٹی میں ہمیں نظر نہیں آتا۔

اب حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضور کا عورتوں کے ساتھ کیا طرزِ عمل تھا۔ (۱) صحیح بخاری میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایلاء (ازواج مطہرات سے چند روز علیحدگی) کی روایت آتی ہے اس میں حضرت عمرؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:۔

"مکہ میں ہم لوگ عورتوں کو بالکل ناقابلِ التفات سمجھتے تھے۔ مدینہ میں نسبتاً عورتوں

کی قدر کی تھی لیکن نہ اس قدر جس کی وہ مستحق تھیں۔"

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جس طرح اپنے ارشادات و احکام سے عورتوں کے حقوق قائم فرمائے۔ آپؐ کے برتاؤ نے اس کو اور زیادہ قوی اور نمایاں کر دیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں چونکہ ہر وقت مردوں کا ہجوم رہتا تھا عورتوں کو آپؐ کے ارشادات سننے اور مسائل کے دریافت کرنے کا موقعہ نہیں ملتا تھا مستورات نے حاضر ہوکر درخواست کی کہ مرد آپؐ کو تنہا نہیں چھوڑتے کہ ہم آپؐ کے پاس آسکیں اس لئے آپؐ خود ہی ہمارے لئے ایک دن مقرر فرما دیں۔ چنانچہ حضور نے عورتوں کے لئے ایک دن مقرر فرما دیا۔ (بخاری کتاب العلم باب ھل یجعل للنساء یوماً علی حدۃ)

(۲) جن لوگوں نے آغاز اسلام میں حبشہ کی طرف ہجرت کی ان میں حضرت اسماءؓ بن عمیس بھی تھیں۔ جب خیبر فتح ہوا اور مہاجرین حبشہ مدینہ میں آئے تو وہ بھی آئیں۔ ایک دن وہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ملنے گئیں۔ اتفاق سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس وقت موجود تھے۔ ان کو دیکھ کر پوچھا یہ کون ہیں حضرت حفصہؓ نے نام بتایا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں وہ حبش والی سمندر والی حضرت اسماءؓ بنت عمیس نے کہا ہاں وہی۔ حضرت عمرؓ فرمانے لگے ہم نے تم لوگوں سے پہلے ہجرت کی اور اس لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ہمارا حق زیادہ ہے۔ حضرت اسماءؓ بولیں ہرگز نہیں تم لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے۔ بھوکوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ ہمارا یہ حال ہے کہ گھر سے دور بیگانے حبشیوں میں رہتے تھے۔ لوگ ہم کو ستاتے تھے اور ہر وقت جان کا ڈر رہتا تھا۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے۔ اسماءؓ نے کہا یا رسول اللہ عمرؓ نے یہ کہا۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم نے کیا جواب دیا۔ حضرت اسماءؓ نے تمام ماجرا سنایا۔ آپؐ نے فرمایا "عمر کا حق مجھ پر تم سے زیادہ نہیں ہے۔ عمر اور ان کے ساتھیوں نے صرف ایک ہجرت کی ہے اور تم نے دو ہجرتیں کیں۔ (بخاری غزوہ خیبر)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں سے صرف ایک واقعہ پیش کرتا ہوں۔ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

"بعض وقت دوا پوچھنے والی گنوار عورتیں زور سے دستک دیتی ہیں اور اپنی سادی اور گنواری زبان میں کہتی ہیں۔" مرجا جی جرا بوا کھولو تاں" (یعنی مرزا صاحب ذرا دروازہ تو کھولو) حضرت اسی طرح اٹھتے ہیں جیسے مطاع ذی شان کا حکم آیا ہے اور کشادہ پیشانی سے باتیں کرتے اور دوائیں بتاتے ہیں۔ ہمارے ملک میں وقت کی قدر پڑھی ہوئی جماعت کو بھی نہیں تو پھر گنوار تو اور بھی وقت ضائع کرنے والے ہیں۔ ایک عورت

بے معنی بات چیت کرنے لگ گئی ہے۔ اور اپنے گھر کا رونا اور ساس نند کا گلہ شروع کر دیا ہے اور گھنٹہ بھر اس میں ضائع کر دیا ہے۔ آپ وقار اور تحمل سے بیٹھے سن رہے ہیں۔ زبان اور اشارہ سے کہتے نہیں کہ بس اب جاؤ دوا پوچھ لی۔ اب کیا کام ہے ہمارا وقت ضائع ہو رہا ہے وہ خود ہی گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوتی ہے اور مکان کو اپنی ہوا سے پاک کرتی ہے۔ ایک دفعہ بہت سی گنوار عورتیں بچوں کو لے کر دکھانے کو آئیں۔ اتنے میں اندر سے بھی چند خدمت گار عورتیں شربت شیرہ کے لئے برتن ہاتھوں میں لئے آنکلیں اور آپ کو دینی ضرورت کے لئے بڑا اہم مضمون لکھنا تھا اور جلد لکھنا تھا میں بھی اتفاق سے جانکلا۔ کیا دیکھتا ہوں حضرت کمربستہ اور مستعد کھڑے ہیں جیسے کوئی یورپین اپنی ڈیوٹی پر چست اور ہوشیار کھڑا ہوتا ہے اور پانچ چھ صندوق کھول رکھے ہیں اور چھوٹی چھوٹی شیشیوں اور بوتلوں میں سے کسی کو کچھ اور کسی کو کوئی عرق دے رہے ہیں اور کوئی تین گھنٹہ تک یہی بازار لگا دیا اور ہسپتال جاری رہا۔

فراغت کے بعد میں نے عرض کیا حضرت یہ تو بڑی زحمت کا کام ہے اور اس طرح بہت سا قیمتی وقت ضائع ہو جاتا ہے۔ اللہ! اللہ! کس نشاط اور طمانیت سے مجھے جواب دیتے ہیں کہ:۔

"یہ بھی دینی کام ہے۔ یہ مسکین لوگ ہیں یہاں کوئی ہسپتال نہیں۔ ان لوگوں کی خاطر ہر طرح کی انگریزی اور یونانی دوائیں منگوا کر رکھتا ہوں جو وقت پر کام آتی ہیں اور فرمایا یہ ثواب کا کام ہے۔ مومن کو ان کاموں میں سست اور بے پرواہ نہیں ہونا چاہیئے۔"

(سیرت مسیح موعودؑ مولفہ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی ص۲۹۷ و ۲۹۸)

مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں مساوات

اسلام نے طبقاتی تقسیم کو بھی نظرِ استحسان سے نہیں دیکھا۔ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے سختی سے اس امر سے منع فرمایا کہ دعوتوں پر صرف امراء یا صاحبِ حیثیت لوگوں کو کسی خاص جگہ سے اٹھا کر صاحبِ حیثیت لوگوں کو بلایا جائے اور غرباء کو نظر انداز کیا جائے۔ پھر آپؐ نے اس امر سے بھی مسلمانوں کو منع فرمایا کہ اجتماعات کے موقعہ پر بظاہر کم حیثیت لوگوں کو کسی خاص جگہ سے اٹھا کر صاحبِ حیثیت افراد کے لئے جگہ بنائی جائے۔ پھر اسلامی مساجد، اسلامی مساوات کا ایک ایسا روشن آئینہ ہیں کہ جس کی چمک کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

پہلے آنے والا پہلی صف میں بیٹھے گا اور بعد میں آنے والا اس کے پیچھے نماز میں امیر اور غریب کندھے سے کندھا جوڑ کر کھڑے ہوں گے۔ غرض مسجد ہر قسم کی بڑائی اور برائی کے خیال کو جڑ سے اکھیڑ دینے کے لئے کافی ہے۔ یہاں ہر نفس اَللّٰہُ اَعْلٰی وَ اَکْبَرُ اور لَا غَالِبَ اِلَّا اللّٰہ اور اَلْحُکْمُ لِلّٰہِ کی میٹھی شعاعیں اپنے پر پڑتے دیکھتا۔ اور انا اور تکبر اور بڑائی اور فضل کے ہر تاریک خیال کو بھسم ہوتا محسوس کرتا ہے۔

اجتماعی زندگی میں مساوات کے تعلق میں بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حیاۃ طیبہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات سے دو ایک مثالیں بیان کروں گا۔

ایک غزوہ کے موقعہ پر جبکہ راستہ میں ہی خوراک کی قلت محسوس کی گئی اور بعض صحابہؓ نے ارادہ کیا کہ اپنی سواریوں کو ذبح کر کے ان کا گوشت خوراک کے لئے مہیا کریں۔ اس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب صحابہؓ ایک ہی جگہ اپنی رسد جمع کر دیں چنانچہ اس کی تعمیل کی گئی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جملہ رسد مساویانہ طریق پر سب کو تقسیم کر دی۔

ایک اور موقعہ پر جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم سفر میں صحابہؓ کے ہمراہ تھے۔ دوران سفر تمام صحابہؓ نے مل کر کھانا پکانے کا سامان کیا اور سب نے اپنا اپنا کام اپنے ذمہ بانٹ لیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے لکڑی لانے کا کام اپنے ذمہ لیا۔ صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ یہ کام ہم خود کر لیں گے۔ فرمایا یہ سچ ہے لیکن مجھے پسند نہیں کہ میں اپنے کو تم سے ممتاز کروں۔ خدا اس بندے کو پسند نہیں کرتا جو اپنے ساتھیوں میں ممتاز بنتا ہے۔ (زرقانی)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور میرے مکان پر تشریف لائے اور پینے کے لئے پانی مانگا۔ میں نے بکری کا دودھ پیش کیا۔ مجلس کی ترتیب یہ تھی کہ حضرت ابوبکرؓ بائیں جانب۔ حضرت عمرؓ سامنے اور ایک بدوی داہنی جانب تھا۔ آپؐ نے جب دودھ نوش فرمالیا تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی طرف اشارہ کیا کہ بقیہ ان کو دے دیا جائے۔ لیکن حضورؐ نے اعرابی کو دے دیا اور فرمایا کہ داہنی طرف والے کا حق مقدم ہے۔ اسی قسم کا ایک اور واقعہ تاریخ میں آتا ہے اور اس کے بیان سے یہ بتانا مقصود ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت و پیار اور شفقت و رحمت اتنی جاذب اور دل موہ لینے والی تھی کہ بچے بھی اس سے متاثر ہوتے اور آپ کے عشق میں سرشار تھے۔ واقعہ یوں ہے کہ ایک مجلس میں جبکہ بڑے بڑے صحابہؓ موجود تھے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ بھی جو ابھی کم سن تھے تشریف رکھتے تھے اور آپ حضورؐ کے دائیں جانب بیٹھے تھے کہ کہیں سے دودھ آیا۔ آپؐ نے نوش فرما کر عبداللہ بن عباسؓ سے کہا کہ تم اگر اجازت دو تو میں بقیہ دودھ ان لوگوں کو دے دوں۔ عبداللہ بن عباسؓ نے عرض کی حضور! اس عطیہ میں میں ایثار نہیں کر سکتا۔ چونکہ وہ داہنی جانب تھے اس لئے ان کا حق مقدم تھا۔ لہٰذا آپ نے ان کو پیالہ دے دیا۔ ان کا یہ فعل دودھ پینے کے شوق

یا کسی ظاہری تشنگی کو دُور کرنے کے لئے نہیں تھا بلکہ اُس گہری محبت اور عشق کا غیر ارادی (Spontaneous) کا اظہار تھا جو ہر بڑے اور چھوٹے کو آپ سے تھی۔ بھلا جس پیالہ کے کنارے کو آپ کے لبِ مبارک چھو چکے تھے اُس کو کیسے چھوڑا جا سکتا تھا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھی اپنے آقا و مطاع حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں پوری طرح رنگین تھے۔ آپ مساواتِ اسلامی کا کامل نمونہ تھے۔ گفتگو میں نشست و برخاست میں غرض کسی معاملہ میں ایک لمحہ کے لئے بھی محسوس نہ ہوتا تھا کہ آپ اپنے نفس کو دوسروں پر کسی قسم کی بھی برتری دینا چاہتے ہیں :۔

حضور کے ایک سوانح نگار ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اپنی کتاب "مجددِ اعظم" میں لکھتے ہیں :۔

(حضرت) "نواب محمد علی خان صاحب آف مالیر کوٹلہ کی بیگم صاحبہ کا انتقال ہو گیا تو حضرت اقدس جنازہ کے ساتھ قبرستان تشریف لے گئے۔ نمازِ جنازہ خود پڑھائی۔ قبر ابھی تیار نہ ہوئی تھی۔ مَیں (یعنی مولف مجددِ اعظم ڈاکٹر بشارت احمد) بھی جنازہ کے ساتھ تھا۔ لوگ قبر دیکھنے میں مصروف ہو گئے۔ مَیں بھی اسی طرف متوجہ ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد مَیں جو دیکھتا ہوں تو حضرت صاحب ندارد۔ گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھا تو باغ میں ایک طرف زمین پر بیٹھے ہوئے نظر پڑے۔ مَیں نے جلدی سے ایک درخت کے نیچے سفید چادر بچھائی اور حضرت سے جا کر عرض کی کہ یہاں تو دھوپ ہے وہاں درخت کے سایہ میں تشریف لے چلیئے۔ فرمانے لگے ہاں یہ ٹھیک ہے۔ آپ درخت کے سایہ میں اس چادر پر بیٹھ گئے۔ قریب ہی میں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں لوگوں نے جو دیکھا کہ حضرت صاحب درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے ہیں تو لوگ وہیں آنا شروع ہو گئے۔ اب جو آتا حضرت اقدس اسے فرماتے "آیئے آیئے یہاں بیٹھیئے" اور خود پیچھے کھسک جاتے اور اسے چادر پر بٹھا لیتے۔ لوگ آتے گئے اور حضرت صاحب پیچھے کھسک کھسک کر لوگوں کو چادر پر بٹھاتے گئے۔ یہاں تک کہ تھوڑی دیر نہ گذری تھی جو دیکھتا ہوں کہ حضرت صاحب تو مٹی پر بیٹھے ہوئے ہیں اور مرید سارے چادر پر بیٹھے ہوئے ہیں۔" (مجددِ اعظم جلد دوم صفحہ ۱۲۹۲، ۱۲۹۴)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقرب صحابی تھے بیان کرتے ہیں :۔

" باہر مجلس مبارک میں آپ کی نشست کوئی خاص وضع کی نہیں ہوتی تھی۔ ایک اجنبی آدمی آپ کو

کسی ظاہر امتیاز کی معرفت پہچان نہیں سکتا۔ آپ ہمیشہ دائیں صف میں ایک کونے میں مسجد میں اس طرح مجتمع ہو کر بیٹھتے جیسے کوئی فسکرکے دریا میں خوب سمٹ کر تیرتا ہے۔ میں جو اکثر محراب میں بیٹھتا ہوں اور اس لئے داخلی دروازہ کے عین محاذ میں ہوتا ہوں۔ بسا اوقات ایک اجنبی جو ہمارے شوق کے اندر داخل ہوا ہے تو سیدھا میری طرف ہی آیا ہے اور پھر خود ہی اپنی غلطی پر متنبہ ہوا ہے۔ یا حاضرین میں سے کسی نے اس حقدار کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔

آپ کی مجلس میں احتشام اور وقار اور آزادی اور بے تکلفی دونوں ایک ہی وقت میں جمع رہتے ہیں۔ ہر ایک خادم ایسا یقین کرتا ہے کہ آپ کو خصوصاً مجھ سے ہی پیار ہے جو جو کچھ چاہتا ہے بے تکلفی سے عرض کر لیتا ہے۔ گھنٹوں کوئی اپنی داستان شروع رکھے۔ اور وہ کیسی ہی بے سرو پا کیوں نہ ہو آپ پوری توجہ سے سنے جاتے ہیں۔ بسا اوقات حاضرین اپنی بساط قلب اور وسعتِ حوصلہ کے مطابق سنتے سنتے اکتا گئے ہیں۔ انگڑائیاں اور جمائیاں لینے لگ گئے ہیں۔ مگر حضرت کی کسی حرکت نے ایک لحظہ کے لئے بھی کوئی ملال کا نشان ظاہر نہیں کیا .....

ایک دفعہ ایک شخص جو دنیا کے فقیروں اور سجادہ نشینوں کا شیفتہ اور خوکردہ تھا ہماری مسجد میں آیا اور لوگوں کو آزادی سے آپ سے گفتگو کرتے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ آپ سے کہا کہ آپ کی مجلس میں ادب نہیں۔ لوگ بے محابا آپ سے بات چیت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:۔

"میرا یہ مسلک نہیں کہ میں ایسا تندخو اور بھیانک بن کر بیٹھوں کہ لوگ مجھ سے ایسے ڈریں جیسے درندہ سے ڈرتے ہیں اور میں بُت بننے سے بہت نفرت رکھتا ہوں۔ میں تو بت پرستی کے رد کرنے کو آیا ہوں نہ یہ کہ میں خود بُت بنوں اور لوگ میری پوجا کریں۔ اللہ تعالےٰ بہتر جانتا ہے کہ میں اپنے نفس کو دوسروں پر ذرا بھی ترجیح نہیں دیتا۔ میرے نزدیک متکبر سے زیادہ کوئی بُت پرست اور خبیث نہیں۔ متکبر کسی خدا کی پرستش نہیں کرتا بلکہ وہ اپنی پرستش کرتا ہے۔" (سیرۃ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ص۲۶-۲۷)

اب میں آپ کی تحریرات سے چند اقتباس سناتا ہوں:۔ حضورؑ فرماتے ہیں:۔

"میں نہیں چاہتا کہ میری جماعت والے آپس میں ایک دوسرے کو چھوٹا یا بڑا سمجھیں یا

بڑا سمجھیں یا ایک دوسرے پر غرور کریں یا نظرِ استخفاف سے دیکھیں۔ خدا جانتا ہے کہ بڑا کون ہے اور چھوٹا کون۔ یہ ایک قسم کی تحقیر ہے جس کے اندر حقارت ہے۔ ڈر ہے کہ یہ حقارت بیج کی طرح بڑھے اور اس کی ہلاکت کا باعث ہو جائے۔ بعض آدمی بڑوں کو مل کر بڑے ادب سے پیش آتے ہیں لیکن بڑا وہ ہے جو مسکین کی بات کو مسکینی سے سنے، اس کی دلجوئی کرے، اس کی بات کی عزت کرے، کوئی چڑ کی بات منہ پر نہ لاوے جس سے دکھ پہنچے۔ اپنے بھائیوں کو حقیر نہ سمجھو جب ایک ہی چشمہ سے کل پانی پیتے ہو تو کون جانتا ہے کہ کس کی قسمت میں زیادہ پانی پینا ہے۔ مکرم و معظم کوئی دنیاوی اصولوں سے نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑا وہ ہے جو متقی ہے ......"

(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد اوّل ص۳۶)

"یہ جو مختلف ذاتیں ہیں یہ کوئی وجہ شرافت نہیں۔ خدا تعالیٰ نے محض عرف کے لئے یہ ذاتیں بنائی ہیں اور آج کل تو صرف بعد چار پشتوں کے حقیقی پتہ لگانا ہی مشکل ہے۔ متقی کی شان نہیں کہ ذاتوں کے جھگڑے میں پڑے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کر دیا کہ میرے نزدیک ذات کوئی سند نہیں، حقیقی عزت اور عظمت کا باعث فقط تقویٰ ہے۔"

(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد اوّل ص۳۶ و ص۳۷)

"اے نادانو! خوب سوچ لو کہ بغیر سچی پاکیزگی ایمانی اور اخلاقی اور اعمالی کے کسی طرح رہائی نہیں اور جو شخص ہر طرح سے گندہ رہ کر پھر اپنے تئیں دھوکہ دیتا ہے اور مجھے ان لوگوں سے کیا کام جو سچے دل سے دینی احکام سر پر نہیں اٹھا لیتے اور رسول کریمؐ کے پاک جوئے کے نیچے صدق دل سے اپنی گردنیں نہیں دیتے ..... اور انسانیت اور تہذیب اور صبر اور نرمی کا جامہ نہیں پہنتے بلکہ غریبوں کو ستاتے اور عاجزوں کو دھکے دیتے اور اکڑ کر بازاروں میں چلتے اور تکبر سے کرسیوں پر بیٹھتے ہیں اور اپنے تئیں بڑا سمجھتے ہیں اور کوئی بڑا نہیں مگر وہی جو اپنے تئیں چھوٹا خیال کرے۔ مبارک وہ لوگ جو اپنے تئیں سب سے زیادہ ذلیل اور چھوٹا سمجھتے ہیں اور شرم سے بات کرتے ہیں اور غریبوں اور مسکینوں کی عزت کرتے اور عاجزوں کو تعظیم سے پیش آتے ہیں اور زمین پر غریبی سے چلتے ہیں۔ سو میں بار بار کہتا ہوں کہ ایسے ہی لوگ ہیں جن کے لئے نجات تیار کی گئی ہے۔" "میں کیا کروں اور کہاں سے ایسے الفاظ لاؤں جو اس گروہ کے دلوں پر کارگر ہوں۔ خدایا مجھے ایسے الفاظ عطا فرما اور ایسی تقریریں الہام کر جو ان دلوں پر اپنا نور ڈالیں۔"

(مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد اول ص۴۴۴، ص۴۴۵) (باقی)

صدر مجلس انصار اللہ کا انتخاب

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کثرتِ رائے کو منظور فرماتے ہوئے از یکم صلح ۱۳۵۲ھش (یکم جنوری ۱۹۷۳ء) تا ۳۱ فتح ۱۳۵۴ھش (۳۱ دسمبر ۱۹۷۵ء) کے لئے محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کو مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا صدر مقرر فرمایا ہے۔

یہ انتخاب سالانہ اجتماع انصار اللہ کے پہلے روز یعنی ۱۷ نومبر ۱۹۷۲ء کو شوریٰ کے اجلاس میں زیر صدارت محترم چوہدری اسد اللہ خان صاحب ہوا تھا۔

قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ

انصار اللہ کی ذمہ داریاں

(مکرم میاں محمود احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ پشاور)

انصار اللہ کا لفظ وسیع ذمہ داریوں کا حامل ہے۔ ان کو کئی حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے لیکن اس وقت صرف چار ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

ا۔ انصار اللہ کی ذمہ داریاں بلحاظ ان کے نام

ب۔ انصار اللہ کی ذمہ داریاں بلحاظ اُن کی عمر

ج۔ انصار اللہ کی ذمہ داریاں بلحاظ ان کے مقام

د۔ انصار اللہ کی ذمہ داریاں بلحاظ ملکی و قومی خدمت

یہ چاروں قسم کی ذمہ داریاں دراصل ایک ہی لڑی میں پروئی ہوئی ہیں۔ ان کو ایک دوسرے سے الگ کرنا مشکل ہے۔ تاہم ان پر الگ الگ روشنی ڈالنے کی کوشش کروں گا۔

قرآن کریم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انصار اللہ کا نام انبیاء کی جماعتوں کو دیا گیا ہے اور انبیاء کے حواریوں نے ہی جب ان کو اللہ کے نام پر مدد کے لئے ان کے نبی نے پکارا تو کہا تھا نحن انصار اللہ۔ پس حق یہ ہے کہ جو کام خدا دنیا میں اپنے رسولوں سے لینا چاہتا ہے وہ سب انصار اللہ کے دائرہ عمل میں آتے ہیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کی جس قدر بھی صفات ہیں ان سب کا مظہر انصار اللہ کو بننا ہے۔ اس مختصر سے وقت میں تمام صفات کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن چند ایک ایسی صفات ہیں جن کو اپنا کر ہم سب صفات کے مظہر ہو سکتے ہیں۔

انبیاء کا کام کتاب اور حکمت سکھانا اور تزکیہ کرنا ہوتا ہے۔ پس انصار اللہ کا فرض ہے کہ وہ کتاب یعنی قرآن مجید کو پڑھیں اور پڑھائیں اور اس پر عمل کریں۔ کیونکہ کتاب، حکمت اور تزکیہ کا مطلب یہی ہے کہ وہ کتاب یعنی قرآن مجید کو پڑھ کر اس کی تعلیم اور حکمت سیکھیں اور سکھائیں اور اس پر عمل کر کے اپنا اور دوسروں کا تزکیہ کریں۔

انصار اللہ کا دوسرا فرض ان کے نام کے لحاظ سے جذبۂ قربانی کو ابھارنا ہے۔ کیونکہ جنہوں نے نحن انصار اللہ کہا تھا ان کو سخت امتحانوں میں سے گزرنا پڑا۔ اصحاب کہف کو جو دراصل حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے پیرو ہی تھے غاروں میں رہنا پڑا اور سخت تکالیف اٹھانی پڑیں۔ اسی طرح دیگر انبیاء کے متبعین کو بڑی بڑی قربانیاں دینی پڑیں لیکن ان کی قربانیاں ضائع نہیں گئیں اور آخر کار انبیاء کی جماعتیں ہی روحانی مقامات سے نوازی

گئیں اور دینی و دنیوی کامیابیوں و کامرانیوں کی وارث ہوئیں۔

عمر کے لحاظ سے دیکھا جائے تو انسانی زندگی کے مختلف مراحل ہیں بچپن۔ جوانی۔ اُدھیڑپن۔ بڑھاپا۔ ہر مرحلہ ایک الگ مقصد اور مقام رکھتا ہے۔ لیکن اس میں برتر اور بزرگ مقام وہ ہے جب وہ چالیس سال کا ہوتا ہے۔ چالیس سال کی عمر کو پہنچنے سے پہلے انسان بچپن کی تعلیم اور جوانی کے عمل پیہم سے تجربہ کار ہو جاتا ہے اور دنیا کے نشیب و فراز سے کافی حد تک آگاہ ہو جاتا ہے اور اس عرصہ میں وہ اپنے کردار اپنے عزم اپنے اخلاق اپنے احساس ذمہ داری میں پختگی اور دماغی ارتقاء کے لحاظ سے ایک خاص مقام حاصل کر لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے بالعموم انبیاء کو چالیس سال کی عمر کو پہنچنے پر نبوت کے مقام سے بہرہ ور کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّہٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىہُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ۚ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

(الاحقاف رکوع ۲ آیت ۲۷)

یعنی جب ایک ایماندار انسان اپنی کامل بلوغت اور دماغی ارتقاء کو پہنچ جاتا ہے اور چالیس سال کا ہو جاتا ہے تو وہ یوں دعا کرتا ہے کہ اے میرے رب تو مجھے توفیق بخش کہ میں تیرے ان احسانوں کا شکر ادا کرسکوں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر فرماتے ہیں نیز یہ کہ میں ایسے اچھے کام سرانجام دوں جو تجھے پسند ہوں۔ اے میرے رب تو میری اولاد میں صلاحیت پیدا فرما۔ میں تیری طرف جھکتا ہوں اور میں تیرے فرمانبردار بندوں میں سے ہوں

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے چالیس سالہ مومنوں کی اہم ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ انصار اللہ کی سب سے بڑی ذمہ داری یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکیں اس کے احسانوں کا شکر ادا کرتے رہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے ان پر اور ان کے والدین پر کئے ہیں اور آئندہ کے لئے اپنے اور اپنی اولاد کے حق میں خدا تعالیٰ کی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق خدا تعالیٰ سے ہی طلب کرتے رہیں۔ گویا کہ تربیت کا اہم کام بغیر دعا کے انجام پا ہی نہیں سکتا۔

چالیس سال کے بعد یہی خیال ہوتا ہے کہ اب آخری منزل کی طرف عمر کی گاڑی جا رہی ہے۔ لہذا رختِ سفر اچھی حالت میں ہو۔ اعمالِ صالحہ کا ایک بنڈل ہمراہ ہو۔ نمازوں کا حساب پورا ہو۔ غرض کسی لحاظ سے کمی ہو تو چالیس سال کے بعد انسان کو اسے پورا کرنے کی فکر ہوتی ہے۔ لہذا انصار اللہ کا فرض ہے کہ ذکر الٰہی، انفاق فی سبیل اللہ اور دیگر دینی مشاغل کی طرف توجہ دیں۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ انصار اللہ کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے

اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۳ء مطبوعہ الفضل ۱۷ نومبر ۱۹۴۳ء میں فرماتے ہیں:-

"انصار اللہ پر بہت بڑی ذمہ واری ہے۔ وہ اپنی عمر کے آخری حصہ میں سے گزر رہے ہیں اور یہ آخری حصہ وہ ہوتا ہے جب انسان دنیا کو چھوڑ کر اگلے جہان جانے کی فکر میں ہوتا ہے اور جب کوئی انسان اگلے جہان جا رہا ہو تو اس وقت اسے اپنے حساب کی صفائی کا بہت زیادہ خیال ہوتا ہے اور وہ ڈرتا ہے کہ کہیں وہ ایسی حالت میں دنیا سے کوچ نہ کر جائے کہ اس کا حساب گندہ ہو اس کے اعمال خراب ہوں اور اس کے پاس وہ زادِ راہ نہ ہو جو اگلے جہان میں کام آنے والا ہے۔ جب احمدیت کی غرض یہی ہے کہ بندے اور خدا کا تعلق درست ہو جائے۔ تو ایسی عمر میں اور عمر کے ایسے حصہ میں اس کا جس قدر احساس ایک مومن کو ہونا چاہیئے وہ کسی شخص سے مخفی نہیں ہو سکتا نوجوان تو یہ خیال بھی کر سکتے ہیں کہ اگر ہم سے خدمتِ خلق میں کوتاہی ہوئی تو انصار اللہ اس کام کو ٹھیک کر لیں گے۔ مگر انصار اللہ کس پر انحصار کر سکتے ہیں۔ وہ اگر اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی سے کام لیں گے۔ وہ اگر دین کی محبت اپنے نفوس میں اور پھر تمام دنیا کے قلوب میں پیدا کرنے میں کامیاب نہ ہوں گے۔ وہ اگر احمدیت کی اشاعت کو اپنا اوّلین مقصد قرار نہ دیں گے اور وہ اگر اس حقیقت سے اغماض کرینگے کہ انہوں نے اسلام کو دنیا میں پھر زندہ کرنا ہے تو انصار اللہ کی عمر کے بعد اور کونسی عمر ہے جس میں وہ یہ کام کریں گے؟"

انصار اللہ کی تیسری ذمہ واری بلحاظ ان کے مقام کے ہے اور یہ ایک نہایت ہی اہم ذمہ واری ہے۔ ۴۰ سال کی عمر تک پہنچکر انسان ایک ایسے کنبہ کا نگران بن چکا ہوتا ہے جس میں انصار خدام اطفال اور لجنہ اماء اللہ و ناصرات الاحمدیہ کی ذیلی تنظیموں کی ممبرات سب شامل ہوتے ہیں وہ خود مجلس انصار اللہ کا ممبر ہوتا ہے اس کی بیوی لجنہ اماء اللہ کی ممبر ہوتی ہے۔ اس کے بچے اپنی عمر کے لحاظ سے مجالس خدام الاحمدیہ، اطفال الاحمدیہ، لجنہ اماء اللہ اور ناصرات الاحمدیہ کے ممبر ہوتے ہیں۔ گویا کہ ساری جماعت کی تربیت کی ذمہ داری انصار اللہ پر عائد ہوتی ہے اگر تمام انصار بھائی صرف اپنے گھر کے افراد کی تربیت کر لیں تو جماعت کی تمام ذیلی تنظیموں کی تربیت بغیر ان کے انتظامی معاملات میں دخل دیئے انصار بھائی کر سکتے ہیں اور بحیثیت مجموعی تمام جماعت کی تربیت انصار بھائیوں کی اپنی ذمہ واریوں کی ادائیگی سے ہو سکتی ہے۔ میں تمام انصار بھائیوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے گھر کے افراد کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی قائم کردہ ذیلی تنظیموں کا فعال رکن بنانے کی کوشش کریں تا وہ ذیلی تنظیموں میں تربیت حاصل کر کے بحیثیت مجموعی جماعت کے فعال رکن بن سکیں۔ قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں یہ فعالیت باپ کی امامت میں اہلِ خاندان میں پیدا ہو سکتی ہے جیسے ہم کو دعا سکھائی گئی ہے۔ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا کہ اے ہمارے رب

ہم کو عاری بیویوں کی طرف سے اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنا۔

بچے فطری طور پر نقال ہوتے ہیں جو بڑوں کو کرتا دیکھتے ہیں وہی کرنے لگتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ انصار بھائی اپنے عمل سے اپنے اہل کی تربیت کریں۔ اپنا نیک نمونہ ان کے سامنے پیش کریں۔ خود بھی نماز پڑھیں اور اپنے بچوں کو بھی نماز میں شامل کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا کم از کم ایک صفحہ روز خود بھی ضرور پڑھیں اور اپنے بچوں کو بھی پڑھائیں۔ بچوں پر بلا وجہ غیر ضروری پابندیاں عائد نہ کریں۔ جہاں تک فیشن کا تعلق ہے ہر شخص اپنے مذاق اور رجحان کے مطابق اس کا فیشن اختیار کرتا ہے جس سے اس کو لگاؤ ہوتا ہے۔ جو کھیل کے شوقین ہوتے ہیں وہ کھلاڑیوں کا فیشن اختیار کرتے ہیں جو سینما بینی کا شوق رکھتے ہیں وہ ایکٹروں اور ایکٹریسز کے فیشن کی نقل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے اسوہ حسنہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو مقرر فرمایا ہے اس لئے ہمیں اپنے اور اپنے اہل کے دلوں میں رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور محبت پیدا کرنی چاہیئے تاکہ طبعی طور پر ہم رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ہی فیشن اختیار کریں۔ کسی جبر اور دباؤ کے ماتحت نہیں اہلی زندگی کے علاوہ جماعتی طور پر بھی انصار اس مقام پر ہیں کہ وہ دوسروں کی اصلاح کر سکتے ہیں۔ لیکن ان کو اپنی اصلاح خود کرنی ہوگی۔ مثلاً اطفال و خدام تو انصار سے مشورہ لیکر اپنے کام چلا سکتے ہیں۔ انصار کس سے مشورہ لیں۔ پھر خدام سے عمومی طور پر یہ امید کی جا سکتی ہے کہ وہ بعد میں کمی پوری کر لیں گے۔ ابھی وقت باقی ہے لیکن انصار کے بعد کونسی عمر ہے جو وہ اپنا کام نقصان یا چھوڑ دیں۔ پس خدام کی سستی نظر انداز کی جا سکتی ہے۔ اطفال کی کوتاہی سنبھالی جا سکتی ہے۔ لیکن انصار کی غفلت کا اثر تمام جماعت پر ہوگا اور دیرپا ہوگا۔

مقام کے لحاظ سے انصار اللہ کی ذمہ داریاں اس لئے بھی اہم ہیں کہ خلیفۂ وقت کی تحریکات کو صحیح معنوں میں انصار سمجھ سکتے ہیں۔ خدام فعال اور پُر جوش ہونے کے باوجود بالعموم ناپختہ ذہن ہوتے ہیں۔ ناتجربہ کار سمجھے جاتے ہیں۔ انہوں نے نشیب و فراز دیکھے نہیں ہوتے لیکن انصار ان امور سے واقف ہوتے ہیں۔ اس لئے انصار اللہ کا بلحاظ اپنے مقام کے یہی فرض ہے کہ وہ خلیفۂ وقت کی ہر تحریک پر لبیک کہیں اور اس پر نہ صرف خود عمل کریں بلکہ اپنی اولاد کو بھی عمل کرائیں۔ پس انصار اللہ کا فرض ہے کہ جبکہ وہ اپنی منزل کی طرف جا رہے ہیں۔ اس صورت میں جماعت احمدیہ کو ایک ایسی تربیت یافتہ فوج دیکر جائیں جو صحیح معنوں میں ان کی قائمقام ہو وہ بھی یہ کہنے والے ہوں نحن انصار اللہ"

اب میں آخر میں انصار اللہ کی ذمہ داریاں بلحاظ قوم و ملت و ملک لیتا ہوں۔ اس وقت جماعت پر بھی اور ملک پر بھی سخت آزمائش کا وقت ہے اس لئے اس سلسلہ میں بھی انصار کو اہم کردار ادا کرنا ہے۔

اوّل وہ آپس میں اخوت و بھائی چارہ پیدا کریں۔ آپس کے اختلافات ختم کرکے ایک ہو جائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں تم سچے ہو کر جھوٹوں کی طرح تذلل اختیار کرو۔ اس میں یہ نہیں فرمایا کہ سچے ہو کر اپنی سچائی ثابت کرو۔ بلکہ اختلافات کو دور کرنے اور بھائی چارہ و اخوت قائم کرنے کے لئے جھوٹوں کی طرح تذلل اختیار کرنے والے ہو جاؤ

یہ تعلیم آپس میں اخوت اور بھائی چارہ بڑھانے کے لئے بہترین تعلیم ہے۔

بحیثیت جماعت اس وقت انصار اللہ کا یہ فرض اولین ہے کہ خود بھی اور اپنی اولادوں کو بھی خلافت سے وابستہ رکھیں۔ ان پر خلافت کی عظمت واہمیت واضح کریں کیونکہ ہماری ڈھال ہماری پناہ خلافت ہی ہے

تیسرا فرض انصار اللہ پر یہ عائد ہوتا ہے کہ اطاعت والدین پر زور دیں اور اپنے اور اپنے حلقہ اثر میں دوسروں پر اطاعت والدین کی اہمیت واضح کریں۔ اس طرح اگر ملک کے ہر گھر میں بچے اور نوجوان صحیح معنوں میں اطاعت والدین کرنے لگیں۔ تو ملک میں ہڑتالیں اور تخریبی جلسے جلوس خود بخود ختم ہو جائیں۔

اس وقت ملک میں جذبہ قربانی کو بیدار کرنے کی ضرورت ہے۔ مستقل جذبہ قربانی معاشرت، معیشت میں لین دین میں حسن سلوک میں۔ اخوت وبھائی چارہ میں پیدا ہونی چاہیئے۔ پاکستان اس وقت مضبوط ہو سکتا ہے جبکہ اہل پاکستان دفاتر میں اپنے فرائض کے لحاظ سے، تاجر تجارت کے لحاظ سے، صناع صناعی کے لحاظ سے غرض ہر میدان میں جذبہ قربانی پیش کریں تو پاکستان سے رشوت، سفارش، ذخیرہ اندوزی، چور بازاری، سمگلنگ، ملاوٹ اور دیگر ضرر رسال چیزیں خود بخود ختم ہو جائیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے پاکستان بننے کے بعد ۱۹۴۸ء سے ۱۹۵۰ء تک جو خطبات دیئے تھے ان میں یہی فرمایا تھا کہ پاکستان اسی صورت میں مضبوط ہو سکتا ہے کہ اہل پاکستان ہر میدان میں مستقل قربانی کریں پس ہم انصار بھائیوں کا فرض ہے کہ خود بھی اپنے میں جذبہ قربانی کو بڑھائیں اور غیر از جماعت دوستوں میں بھی یہ جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کریں

چوتھا فرض انصار اللہ پر ملکی لحاظ سے یہ ہے کہ وہ عوام کو ہڑتالوں کے رجحانات سے روکیں وہ جہاں کہیں بھی ہوں اپنے ساتھیوں میں حب وطن کا جذبہ بیدار کریں۔

غرض انصار اللہ صرف چند ہم خیال دوستوں کی انجمن کا نام نہیں جس میں مل کر بیٹھیں اور اپنے مذاق کی باتیں کریں اور اس طرح خالی وقت گزار کر پھر اپنے روزی کمانے کے مشاغل میں مصروف ہو جائیں بلکہ انصار اللہ نام ہے بنیان مرصوص کی طرح متحد اور مجتمع ہو کر ذمہ داریوں کے عہد صمیم کرنے کا اور پھر اس عہد کو پوری طرح نبھانے کا۔ یوں تو ہر نبی کی جماعت انصار اللہ ہوتی ہے۔ لیکن اس لفظ کا حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے۔ کیونکہ انہی کی زبان میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ کا مطالبہ کیا اور انہی کے حواریوں کی زبان یعنی نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ میں اس مطالبہ کے پورا کرنے والوں کی مثال پیش کی۔ تو پھر اس روحانی وجود کو جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کا مثیل ہو کر آئے مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ کے مشن کا ہی علمبردار ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ اسلام کی دائمی شریعت اور محمد رسول اللہ ؐ کے ابدی فیض کا چشمہ تو موجود ہی تھا لیکن لَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُہٗ وَ لَا یَبْقٰی مِنَ الْاِیْمَانِ اِلَّا رَسْمُہٗ کے مطابق اس چشمہ سے سیراب

ہونے والے نہ رہے تھے۔ پس صرف نام کا اسلام رکھنے والوں اور رسماً ایمان کا دعوےٰ کرنے والوں کا امتحان اسی صورت میں لیا جاسکتا تھا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عیسوی صفات کے روحانی فرزند جلیل مہدی معہود کے ذریعہ مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ کی آواز اٹھے اور اس آواز پر ہمارا نحن انصار اللہ کہنا اسی صورت میں قابلِ قبول ہوگا کہ ہم اس کی ذمہ داریوں کو بھی پورا کریں تاکہ پھر اسی الٰہی نصرت اور آسمانی مدد کے جلوے اپنی آب و تاب کے ساتھ ظاہر ہوں جو پہلوں کو نصیب ہوئی اور جس کا ہم کو بھی وعدہ دیا گیا مگر اس وعید کے ساتھ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ کہ وہ باتیں کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں اور پھر فرمایا کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ کہ خدا کے نزدیک اس بات کا دعوےٰ کرنا جو تم کرتے نہیں بہت ناپسندیدہ ہے۔ پس ہم نے جہاں نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ کہہ کر اپنے لئے دنیا میں ایک امتیازی شان پیدا کی ہے وہاں ہمارے لئے وعید کی بھی تنبیہہ موجود ہے۔ لیکن ہمارا خدا بڑا رحیم و کریم خدا ہے۔ ضرورت صرف خلوص نیت اور صدق دل کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے کی ہے۔ پھر اس کی شانِ رحیمی اور شانِ کریمی کے ہم ہی مظہر بننے والے ہیں انشاء اللہ العزیز

و آخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

(رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ـــ بقیہ ایڈیٹوریل صفحہ ۸)

میں نہ آسکیں۔ لیکن بحمد اللہ تعالےٰ یہ گمان غلط ثابت ہوا اور دور و نزدیک کے احباب ذوق و شوق اور ولولۂ عشق کے زیر اثر ان مشکلات اور رکاوٹوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے عجیب والہانہ انداز میں آئے اور آتے ہی چلے گئے چنانچہ اجتماع کے آخری روز یعنی ۱۹؍ ماہ نبوت کو صبح دس بجے تک کے اعداد و شمار کے بموجب امسال پاکستان کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی ۵۳۵ مجالس انصار اللہ کے ۱۳۲۴ نمائندگان اراکین اور زائرین نے شرکت کی۔ اس کے بعد بھی احباب کی آمد کا سلسلہ جاری رہا۔ بالخصوص ۱۹ نبوت کو قبل دوپہر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ کی اختتامی تقریر کے وقت احباب کی تعداد اس سے زیادہ تھی لیکن اس وقت کے صحیح اعداد و شمار دستیاب نہیں ہوسکے۔

وہ مشکلات پر قابو پاتے اور رکاوٹوں کو دور کرتے ہوئے کیوں نہ کھچے چلے آتے جبکہ وہ اس مکان عالی شان کے ذکرِ الٰہی پر جان دینے والے ذی شان مکین ہیں جس کی شان کو بلند سے بلند تر کرتے چلے جانے کا خدا فیصلہ کرچکا ہے۔ اور وہ خود رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ کے اس زمانہ میں حقیقی مصداق ہیں۔ اس مکان کی شان خدائی فیصلہ کے بموجب بلند سے بلند تر ہوتی ہی چلی جائے گی۔ اور ذکرِ الٰہی میں مشغول رہنے والے ان مکینوں کا ذوق و شوق اور ولولۂ عشق فزوں سے فزوں تر ہوتا چلا جائے گا۔ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ۔

انصار اللہ کے سترھویں سالانہ اجتماع کے موقعہ پر

تقسیم انعامات کی تقریب

انصار اللہ کے سترھویں سالانہ اجتماع کے تیسرے اور آخری روز (۱۹ نومبر ۱۹۷۲ء) کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے انصار اللہ کو اختتامی خطاب سے نوازنے سے قبل علمی تنظیمی اور ورزشی مقابلہ جات میں امتیاز حاصل کرنے والے انصار میں اپنے دست مبارک سے انعامات تقسیم فرمائے۔ اس مبارک موقعہ پر جن احباب نے انعامات حاصل کئے ان کے اسماء درج ذیل ہیں۔

(۱) اسناد خوشنودی ناظمین اعلیٰ علاقائی :-

اوّل :- مکرم ومحترم قریشی عبدالرحمٰن صاحب ناظم اعلیٰ انصار اللہ صوبہ سندھ
دوم :- " " چوہدری رکن الدین صاحب " " " سرحد
سوم :- " " میاں بشیر احمد صاحب " " " بلوچستان

(۲) اسناد خوشنودی ناظمین ضلعی :-

اوّل :- مکرم ومحترم چوہدری احمدالدین صاحب ناظم انصار اللہ ضلع لائلپور
دوم :- " " کیپٹن سید افتخار حسین شاہ صاحب " " کراچی
سوم :- " " ملک عبداللطیف صاحب ستکوہی " " ضلع لاہور

(۳) تحریری امتحانات۔

ا۔ امتحان سہ ماہی چہارم ۱۳۵۰ھش ۱۹۷۱ء

اوّل :- مکرم ومحترم چوہدری احمد الدین صاحب ناظم انصار اللہ ضلع لائلپور
دوم " " پیر محمد اکبر سقراط صاحب آف گولیکی ضلع گجرات

ب۔ امتحان سہ ماہی منعقدہ اپریل ۱۹۷۲ء

اوّل :- مکرم ومحترم محمد ابراہیم صاحب شاد چک ۱۱۷ چھور

دوم :۔ مکرم و محترم حاجی محمد فاضل صاحب ربوہ

ج۔ امتحان سہ ماہی منعقدہ اگست ۱۹۷۲ء

اوّل :۔ مکرم و محترم عبدالسمیع حسنی صاحب زعیم انصاراللہ چک ۱۲۱ احسن پور ضلع لائلپور

دوم :۔ مکرم و محترم پیر محمود صاحب نوزنگو فارم سندھ

(۴) وظائف انعامی (امتحان اطفال الاحمدیہ)

اوّل :۔ عزیز مکرم عبدالاحد صاحب ابن حکیم عبدالواحد صاحب دارالصدر جنوبی ربوہ
(طالب علم جماعت نہم) ایک سال کی سالم فیس

دوم :۔ عزیز مکرم محمد الیاس منیر صاحب جماعت نہم
نصف فیس ایک سال

(۵) انعامی تقریری مقابلہ انصاراللہ

اوّل :۔ مکرم و محترم عبدالمجید صاحب کراچی

دوم :۔ مکرم و محترم الطاف خان صاحب پشاور

سوم :۔ " " نذیر احمد صاحب ساجد

(۶) ورزشی مقابلہ جات۔

والی بال
اوّل ٹیم صوبہ پنجاب (۹ انعام) کیپٹن مکرم چوہدری عبدالغنی صاحب
دوم ٹیم ربوہ (۹ انعام) " " کرنل محمود احمد صاحب ربوہ

رسہ کشی
اوّل ٹیم صوبہ پنجاب (۱۱ انعام) کیپٹن مکرم ظفر اللہ خان صاحب چیمہ زعیم اعلیٰ لائل پور
دوم ٹیم صوبہ سرحد " " " میاں عبدالرشید صاحب زعیم اعلیٰ پشاور

مقابلہ دوڑ
اوّل مکرم رفیق احمد صاحب سیال ضلع سیالکوٹ
دوم " عبدالستار صاحب خادم آف ایبٹ آباد
سوم " نیاز قطب احمد صاحب بٹ پشاور

(منتظم تقسیم انعامات)

همارے للّٰهی جلسه سالانه کی عظمت و اهمیت

یه وه امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلاء کلمهٔ اسلام پر بنیاد ہے

حضرت مسیح موعود علیه‌السلام فرماتے هیں :

(۱) ''لازم ہے که اس جلسه پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے هر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لاویں جو زاد راه کی اسطاعت رکھتے هوں اور اپنا سرمائی بستر لحاف وغیره بھی بقدر ضرورت ساتھ لاویں اور الله اور اس کے رسول کی راه میں ادنی ادنی حرجوں کی پرواه نه کریں ۔ خدا تعالی مخلصوں کو هر یک قدم پر ثواب دیتا ہے اور اس کی راه میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نهیں هوتی اور مکرر لکھا جاتا ہے که اس جلسه کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نه کریں ، یه وه امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلاء کلمهٔ اسلام پر بنیاد ہے ۔ اس سلسله کی بنیادی اینٹ خدا تعالی نے اپنے هاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار کی هیں جو عنقریب اس میں آملیں گی کیونکه یه اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انهونی نهیں ''

(۲) ''هر یک صاحب جو اس للّٰهی جلسه کے لئے سفر اختیار کریں خدا تعالی ان کے ساتھ هو اور ان کو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے اور ان کے هم و غم دور فرماوے اور ان کو هریک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی مرادات کی راهیں ان پر کھول دیوے اور روز آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ ان کو اٹھاوے جن پر اس کا فضل و رحم ہے اور تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفه هو ۔ اے خدا اے ذوالمجد و العطاء اور رحیم اور مشکل کشا یه تمام دعائیں قبول کر اور همیں همارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبه عطا فرما که هر یک قوت اور طاقت تجھ هی کو ہے ۔ آمین ثم آمین ''

(اشتهار ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء)

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوه میں طبع هوا